ارشاد الشیعہ

تالیف

شیخ الحدیث امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

ناشر

مکتبہ صفدریہ
نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ الآية

بے شک وہ لوگ جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور شیعہ ہو گئے تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے (القرآن)

سیکون فی امتی قوم ینتحلون حب اهل البیت لهم نبز یسمون

الرافضة قاتلوهم فانهم مشرکون (حدیث شریف)

عنقریب میری امت میں اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرنے والی قوم ہو گی (علوم میں)

ان کا لقب رافضہ ہو گا ان سے لڑو اس لیے کہ وہ مشرک ہیں۔

آہ

اُمنڈ آئے ہیں بادل کالے کالے ترا ایمان خالق کے حوالے

ارشادُ الشیعہ

جس میں شیعہ اور امامیہ اور ان کے جناب خمینی صاحب کے چند اصولی اور بنیادی عقائد و نظریات اور ان کے بعض فقہی مسائل باحوالہ عرض کیے گئے ہیں تاکہ وہ خود بھی ان پر غور کر سکیں اور اہل السنت والجماعت کے ناظرین کرام بھی ان سے بخوبی آگاہی حاصل کر لیں اور پھر اکابر علماء امت کے فتوے بھی جو شیعہ و امامیہ کے بارے صادر کیے گئے ہیں ملاحظہ کریں تاکہ اپنے ایمان کو بچایا جا سکے اس دورِ الحاد و زندقہ میں ایمان کی حفاظت بہت ہی مشکل کام ہے۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ

ابو الزاہد محمد سرفراز

طبع ششم ـــــ نومبر ۲۰۰۱ء

نام کتاب ـــــ ارشاد الشیعہ

مؤلف ـــــ شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

تعداد ـــــ گیارہ سو ۱۱۰۰

مطبع ـــــ فائن بکس پرنٹرز لاہور

ناشر ـــــ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ

قیمت ـــــ ۵۰/

ملنے کے پتے

- مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی ۱۶
- مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- مکتبہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
- مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- دار الکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ مینگورہ
- مکتبہ العارفی جامعہ امدادیہ فیصل آباد
- مکتبہ امدادیہ حسینیہ راولپنڈی روڈ چکوال
- مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت
- مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
- مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد
- کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گکھڑ

فہرست مضامین ارشاد الشیعہ

سبب تالیف ذیل کا گرامی نامہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم - امابعد

محترم جناب حضرت مولانا غلام اکبر صاحب بلوچ سابق فوجی دام مجدہم کا خط

السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

مزاج مبارک؟

محترم! ایک بات عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں اُمید قوی ہے کہ بہ خاطر نہ ہوگی بڑوں کا ادب و احترام بھی مانع ہے مگر دلِ بیتاب کی مجبوری بھی اشد ہے کہ قرار و چین نہیں۔

محترم! آپ نے باطل اور مرجوح فرقوں کے بارے جو قلمی جہاد اور دفاع کیا ہے وہ کسی بھی درد دل رکھنے والے حساس اور غیور مسلمان سے جسے دین کی کچھ بھی سمجھ و محبت اور لگاؤ ہے مخفی نہیں ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ آپ کے خلاف بھی لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور خوب زور لگایا ہے مگر آپ کی مضبوط اور مدلل عبارات کے سامنے ان کی حیثیت آفتاب نیمروز کے سامنے ٹمٹاتے چراغ کی بھی نہیں ہے اور بغیر کسی متعصب اور ضدی کے اس

نمایاں فرق کا انکار کوئی نہیں کرے گا، اور نہ کر سکتا ہے؟ یوں تو نہ ماننے والوں نے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی بلکہ نفس اسلام کو بھی نہیں مانا لیکن اس سے ان کی صداقت اور اسلام کی حقانیت پر کیا زد پڑی؟ یا پڑ سکتی ہے؟ بقول مشہور صحافی حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب۔ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

محترم! آپ سے ہمارا یہ بجا شکوہ ہے کہ آپ نے شیعہ اور روافض کے خلاف کچھ نہیں لکھا کیا یہ فرقہ آپ کے نزدیک قابلِ تنقید و ملامت نہیں؟ اور کیا وہ آپ کے ہاں مسلمان ہے؟ اور کیا ان کے عقائد و نظریات سے اسلام پر کوئی زد نہیں پڑتی؟ اگر یہ فرقہ بھی باطل فرقوں میں شمار ہوتا بلکہ سر فہرست ہے، تو آپ کا ناطق قلم ان کے خلاف کیوں خاموش ہے؟ اگر پہلے کچھ نہیں لکھا تو کیا اب اس کی تلافی کر سکتے ہیں؟ کوئی لمبی چوڑی کتاب اگرچہ نہ ہو مگر ان کے بنیادی عقائد پر آپ کے گوہر قلم سے کچھ تو صادر ہونا چاہیے مجھے آپ کی کبرسنی، بزرگی، مصروفیات اور علالت کا بخوبی علم و احساس ہے مگر ان تمام عوارضات کے ہوتے ہوئے آپ درس و تدریس وغیرہ دیگر مصروفیات کے علاوہ تصنیف و تالیف کا کام بھی کرتے ہیں لہذا مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس موضوع پر بھی کچھ نہ کچھ ضرور تحریر فرما دیں تاکہ عوام الناس کو شیعہ اور روافض کے باطل عقائد سے آگاہی ہو اور آپ کے لیے بھی آخرت کا ذخیرہ اور صدقہ جاریہ ہو ہمارا دیانتدارانہ تجربہ ہے کہ آپ کی تحریر افراط و تفریط سے پاک اور حقیقت و اصلیت کو واضح کرنے میں بڑی ہی مدد و معاون اور مؤثر ہے آپ کی تحریر پڑھتے وقت بیشتر شکوک و شبہات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں اور کتاب کا ہر صفحہ پڑھتے وقت قاری کی نگاہ اگلے صفحہ

پر ہوتی ہے اور کتاب کو مکمل کیے بغیر چین نہیں آتا کتابیں تو اس سلسلہ کی قدیماً و حدیثاً اور بھی بہت زیادہ ہیں مگر ع کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور سمع خراشی کی تہ دل سے معافی چاہتا ہوں اور قوی امید رکھتا ہوں کہ آپ نہ صرف یہ کہ میری اس تمنا کو بلکہ اور بھی بہت سے اہل السنت والجماعت کے دھڑکتے دلوں کی آرزو کو پورا کریں گے اور نیز یہ بھی واضح کریں کہ جو علماء شیعہ کی تکفیر میں تامل یا نفی کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ اس شک پر بھی ضرور روشنی ڈالیں اور جناب خمینی صاحب کے بارے بھی واضح کریں کہ وہ کن عقائد و اصول کے پابند ہیں۔ دیگر باطل مرجوح فرقوں کے خلاف آپ نے بفضلہ تعالیٰ بڑا کام کیا ہے کیا ہم خدام اہل السنت ہی آپ کی تحقیق انیق اور شیریں بیانی سے محروم رہیں؟ بقول شاعر ؎

ہمیں محروم رہتے ہیں تیری محفل میں اے ساقی
کہ ہم تک جب کبھی آتا ہے خالی جام آتا ہے

تحریر میں کوئی کمی اور بے ادبی ہو تو معذرت خواہ ہوں دعوات مستجابات میں نہ بھولیں اللہ کے فضل و کرم سے ہم خطا کار بھی ہمہ وقت اپنے بزرگوں کے حق میں دعا گو رہتے ہیں

والسلام

غلام اکبر گورمانی بلوچ سابق فوجی ساکن کوٹ سلطان لیہ (صوبہ پنجاب)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

من ابی الزاہد

الی محترم المقام حضرۃ العلام مولانا غلام اکبر بلوچ صاحب دامت معالیکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ

مزاج گرامی؟

آپ کا عریضہ بصورت شکوہ نامہ موصول ہوا باعث ہمہ یادآوری، تکریم فرمائی، حسن ظنی

کی اصطلاح لفظ شیعہ کے بارے میں جدا جدا ہے حضرات متقدمین کے نزدیک لفظ شیعہ کا اور مفہوم ہے اور حضرات متاخرین کے نزدیک اور ہے عوام تو کیا بعض خواص بھی اس فرق سے ناواقف ہیں اور بات کو گڈمڈ کر دیتے ہیں اور متاخرین کی اصطلاح کو متقدمین کی اصطلاح پر فٹ کر دیتے ہیں اور اس سے پیچ در پیچ غلطیاں پیدا ہوتی ہیں۔

حافظ الدنیا امام فن رجال ابو الفضل احمد بن علیؒ بن حجر العسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ۔

فالتشيع في عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل علیؓ على عثمانؓ وان علياً كان مصيباً في حروبه وان مخالفه مخطئ مع تقديم الشيخين و تفضيلهما الی قوله واما التشيع في عرف المتأخرين فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضي الغالي ولا كرامة (تهذيب التهذيب ص ۹۴ ج ۱)	متقدمین کے عرف و اصطلاح میں تشیع کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو صرف حضرت عثمانؓ پر فضیلت دی جائے اور یہ کہ حضرت علیؓ اپنی جنگوں میں حق بجانب تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے اور وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تقدیم و تفضیل کے قائل تھے پھر آگے فرمایا۔ اور بہر حال متاخرین کے عرف و اصطلاح میں تشیع کا مفہوم خالص رفض ہے نہ تو غالی رافضی کی روایت قبول کی جاتی ہے اور نہ اس کی عزت کی جاتی ہے۔

اس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوا کہ متقدمین کی اصطلاح میں مطلقاً نہیں بلکہ جن سے روایات لیتے تھے شیعہ وہ تھے۔

جو تمام اصول و فروع میں اہل السنت والجماعت سے متفق تھے صرف حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتے تھے جب کہ اہل السنت کے ہاں اتنا نظریہ بھی اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے اور وہ برملا تفضیل شیخینؓ کے قائل تھے اور حضرت علیؓ کے خلاف لڑنے والوں مثلاً حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ کو مخطی کہتے تھے نہ کہ کافر و مرتد اور آج اس نظریہ کے شیعہ کہاں ہیں؟ آج کے رافضیوں کا دیگر بے شمار غلط عقائد و نظریات کے جن میں سے بعض اسی پیش نظر رسالہ میں قارئین کرام کو ملیں گے حضرات شیخینؓ اور بقیہ تمام حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں جو نظریہ ہے وہ باحوالہ آرہا ہے انشاء اللہ العزیز۔

اس دور میں فقہ جعفریہ کا راگ الاپنے والے حضرات شیخینؓ سے حسن عقیدت رکھنے میں کیا حضرت امام جعفر صادقؒ کے پیرو ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ کتاب الشافی از سید مرتضیٰ شیعی اور شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی میں ہے کہ امام جعفر صادقؒ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ دوستی اور مودت رکھتے تھے جس وقت وہ سید الاولین والآخرین (حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی قبر شریف پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ کی قبور پر بھی سلام و تسلیم کہتے تھے (الکتاب الشافی صفحہ ۲۳۸ و شرح نہج البلاغہ صفحہ ۱۴۰/۴ لابن ابی الحدید) کیا آج بھی ایسے رافضی موجود ہیں جو حسن عقیدت کے ساتھ حضرات شیخینؓ کی قبور پر برائے تسلیم حاضر ہوں؟ الغرض آج وہ شیعہ نہیں جو متقدمین کی اصطلاح میں ہوتے تھے بلکہ آج وہ ہیں جو حضرات شیخینؓ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کو تو کیا تبرک کرتے اصول دین کے بعض بنیادی عقائد ہی کو رفض و

ترک کر کے رافضی اور اثنا عشریہ بن گئے ہیں۔ متقدمین اور متأخرین کی اس واضح اصطلاح و عرف کو نہ سمجھنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ دور کے رافضیوں کی تکفیر میں تأمل بلکہ مداہنت ہونے لگی۔

یہ یاد رہے کہ رافضہ (جو رافضی کی جمع ہے) کا لفظ اور اس کی وجہ تسمیہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

چنانچہ حضرت علیؓ (المتوفی ۴۰ھ) سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یظہر فی آخر الزمان قوم یسمون الرافضۃ یرفضون الاسلام	جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم (زور و شور سے) ظاہر ہوگی جن کا نام رافضہ ہوگا جو اسلام (کے اصول و فروع) کو ترک کر دیگی۔

(مسند احمد ص ۱۰۳ ج ۱)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا مُو بمُو پورا ہوا اور ہو رہا ہے لاشک فیہ حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

کنت عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعندہ علیؓ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیؓ سیکون فی امتی قوم ینتحلون	میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھا اور آپ کے پاس حضرت علیؓ بھی تھے آپؐ نے فرمایا اے علیؓ! عنقریب میری امت میں ایک قوم ہوگی جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرے گی اس کا لقب

حبّ اهل البيت لهم نبز يسمون الرافضة قاتلوهم فانهم مشركون (رواه الطبرانی واسنادہ حسن مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۲)

اور نام یہ ہوگا کہ اس کو رافضہ کہا جائے گا تم ان سے قتال وجہاد کرو کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

رافضیوں کے جو اپنے آپ کو شیعہ اور امامیہ کہتے ہیں دیگر باطل عقائد کے علاوہ یہ عقائد بھی ہیں کہ حضرات ائمہ کرامؒ کو علم غیب ہے وہ جو چاہیں حلال اور جو چاہیں حرام کر سکتے ہیں وہ مافوق الاسباب مدد کر سکتے ہیں وہ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں وغیرہ وغیرہ اور یہ تمام شرکیہ عقائد ہیں۔ شیعہ کے مشہور راوی ابو بصیر (جن کی کنیت ابو محمد بھی تھی صافی کتاب الحجۃ جزء سوم ص ۱۷۵ طبع لکھنؤ۔ اور جس کے منہ میں کتے پیشاب بھی کرتے تھے رجال کشی ص ۱۱۵) امام ابو عبداللہ جعفر صادقؒ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ۔

ان عندنا علم ماكان وعلم ما هو كائن الى ان تقوم الساعة اھ (کافی مع الصافی کتاب الحجۃ جزء سوم ص ۱۸۰ طبع لکھنؤ)

بلاشک ہمارے پاس آج سے پہلے جو کچھ ہو چکا اس کا اور جو کچھ تاقیامت ہونے والا ہے اس سب کا علم ہے۔

امام ابو جعفر محمد باقرؒ نے فرمایا کہ

انّا علم ماكان وما يكون فليس يموت نبي ولا وصي الذي بعده الا يعلمه الخ (ایضًا ص ۲۱۸)

بہر حال کسی نبی اور اس کے بعد ہونے والے کسی وصی کی وفات نہیں ہوتی جب تک کہ ان کو ماکان اور مایکون کا علم حاصل نہ ہو جائے۔

اصول کافی کتاب الحجۃ جزء سوم حصہ اوّل میں باب ۴۸ کا عنوان یہ ہے کہ

باب ان الائمۃ علیہم السلام یعلمون علم ماکان ومایکون وانہ لا یخفی علیہم شیٔ صلوٰت اللہ علیہم
(اصول کافی مع الصافی کتاب الحجۃ جزء سوم ص ۲۳۶ حصہ اوّل)

بے شک حضرات ائمہ کرام ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں جو کچھ ہو چکا اس کو بھی اور جو کچھ ہونے والا ہے اس کو بھی جانتے ہیں اور ان پر کوئی شے مخفی نہیں (لفظ شیٔ نکرہ ہے جو نفی کے نیچے داخل ہے جس کی عمومیت سے کوئی شی خارج نہیں ہے)

اور اس باب میں جو روایات پیش کیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ

سمعوا اباعبد اللہ یقول انی لاعلم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض واعلم ما فی الجنۃ واعلم ما فی النار واعلم ما کان وما یکون اھ
(ایضاً ص ۲۳)

حضرات سامعین نے امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؒ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے میں سب جانتا ہوں اور جنت و دوزخ میں جو کچھ ہے میں اس کو بھی جانتا ہوں اور ماکان ومایکون کا علم مجھے حاصل ہے

آسمانوں اور زمینوں اور جنت و دوزخ کے تمام امور کا علم اللہ تعالیٰ سے مختص ہے مگر امامیہ کے نزدیک حضرات ائمہ بھی جانتے ہیں۔ ابو بصیر (جس کے منہ میں کتے نے پیشاب کیا تھا۔ تنقیح ص ۱۶۷) سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفرؒ نے فرمایا کہ

انّی امام لا یعلم ما یصیبہ

جس امام کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس سے کیا

والی مایصیر فلیس بحجة الله علی خلقه (اصول کافی ص ۲۵۸ ج ۱ طبع ایران)

ہونے والا ہے اور اس کی کیا حالت ہونے والی ہے تو وہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت نہیں ہو سکتی

شیعہ کے راوی محمد بن سنان حضرت امام ابوجعفر ثانی محمد تقیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ

ان الله تبارك وتعالى لم يزل متفردا بوحدانية ثم خلق محمداً وعلياً وفاطمةؓ فمكثوا الف دهر ثم خلق جميع الاشياء فاشهدهم عليها واجرى طاعتهم عليها وفوض امورها اليهم فهم يحلون مايشاؤن ويحرمون مايشاؤن ولن يشاؤا الا ان يشاء الله تبارك وتعالى الخ

(اصول كافى مع الصافى كتاب الحجة جزء سوم حصہ دوم ص ۱۴۹)

بے شک اللہ تعالیٰ ازل سے ہی وحدانیت کے ساتھ متفرد رہا پھر اس نے حضرت محمد حضرت علی اور حضرت فاطمہ علیہم السلام کو پیدا کیا تو وہ ہزار سال ٹھہرے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اور ان کو ان پر گواہ بنایا اور ان کی اطاعت ان پر لازم کی اور تمام اشیاء کے معاملات کو ان کے سپرد کر دیا سو وہ جو چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں اور وہ ہرگز نہیں چاہیں گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔

اس عبارت میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور حضرت

فاطمہؓ کا ذکر ہے۔ جس سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے کہ تحلیل و تحریم وغیرہ کا اختیار صرف انہیں حضرات کو حاصل تھا لیکن علامہ خلیل قزوینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

بعد ازاں آفرید محمدؐ و علیؓ و فاطمہؓ را مراد ایشاں وائمہ اولاد ایشاں است اھ (الصافی ص۱۴۹)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد حضرت علی اور حضرت فاطمہ علیہم السلام کو پیدا کیا اس سے مراد یہ حضرات بھی ہیں اور انکی اولاد میں جو حضرات ائمہ کرام ہیں وہ بھی ہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ تدبیر عالم اور تحلیل و تحریم کا منصب صرف ان ہی تین بزرگوں کو حاصل نہ تھا بلکہ اُن کی اولاد میں جو ائمہ کرام پیدا ہوئے وہ سب کے سب ان مناصب کے مصداق ہیں۔ ناظرین کرام آگے پڑھیں گے کہ معاذ اللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کو بدا ہو جاتا ہے اور بعض واقعات کے انجام کا علم نہیں ہوتا مگر ائمہ کرام مکمل خدائی صفات سے متصف ہیں عیاذ باللہ ہے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

شیعہ کے مشہور اور محقق عالم سید ظفر حسن اپنے عقائد میں لکھتے ہیں۔

چوالیسواں عقیدہ ائمہ سے مدد طلبی

ہمارا عقیدہ ہے کہ جب ہم اپنے ائمہ علیہم السلام کو اپنی مدد کے لیے بلاتے ہیں وہ ضرور آتے ہیں۔ ..... ہمارا عقیدہ ہے کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام زندہ ہیں (یعنی ان پر موت نہیں آئی۔ صفدر) اور وہ ہر ایک عمل کو دیکھتے اور ہر پکارنے والے کی آواز سنتے ہیں۔ بلفظہٖ (عقائد الشیعہ ص۱۰۵)

ماتحت الاسباب مدد کرنا تو تعاونوا علی البر والتقویٰ الآیۃ

ہے ثابت ہے اور قریب کے عمل کو دیکھنا اور قریب کی آواز کو سننا طبعی اور فطری بات ہے اس میں بھلا حضرات ائمہ کرامؒ کا کیا کمال ہے؟ کمال تو جبھی ہے کہ دُور کے اعمال کو دیکھیں اور دُور کی آواز کو سنیں گویا روافض کے ہاں حضرات ائمہ کرام حاجت روا مشکل کشا فریاد رس اور حاضر و ناظر ہیں اور یہی مؤلف مذکور کی مراد ہے شیعہ کے امام خمینی لکھتے ہیں کہ۔ امام کو وہ مقام محمود اور وہ بلند درجہ اور ایسی حکومت تکوینی حاصل ہوتی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم و اقتدار کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے (الحکومۃ الاسلامیہ ص [illegible]) اہل حق کے نزدیک تکوینی طور پہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ پہ اقتدار و اختیار صرف رب تعالیٰ کا ہے مگر شیعہ و امامیہ کے نزدیک یہ تمام خدائی صفات حضرات ائمہ کرامؒ میں پائی جاتی ہیں تو شیعہ کے مشرک ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ اور روافض کی کتابیں اس قدر زیادہ ہیں کہ شاید شیطان کے انڈے اور انتڑیاں بھی اتنی نہ ہوں اور بیشتر کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں اور اتنی گراں ہیں کہ غریب آدمی کی قوت خرید سے باہر ہیں جب کتابیں بہت زیادہ اور طویل ہوں عربی و فارسی میں ہوں تو ہر آدمی کی رسائی ان کے مضامین تک کب اور کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اہل السنت والجماعت کا کوئی مسئلہ ان کتابوں پہ موقوف نہیں اور نہ وہ ان کو معتبر قرار دیتے ہیں تو ان کو ان کتابوں کے پڑھنے کی کیا ضرورت اور حاجت ہے؟ ان کتابوں کو تو وہی شخص پڑھیگا جو تقابل مذاہب و مسالک کا ذوق و شوق رکھتا ہو یا مناظر ہو اس لیے اہل السنت والجماعت کے عوام تو کجا جید علماء کرام کو بھی ان کتابوں کے پڑھنے کا موقع نہیں ملتا اور نہ اس کا کوئی داعیہ پیش آتا ہے۔ اس لیے وہ شیعہ کے عقائد و نظریات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے محض ان کے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کی وجہ سے ان کی تکفیر

نہیں کرتے اور جب ان کے باطل عقائد و نظریات پر مطلع ہوتے ہیں تو پھر ان کی تکفیر میں رتّی بھر تامل نہیں کرتے اور بلا تردد کے انکی تکفیر کرتے ہیں۔ دَورِ حاضر میں کُتبِ روافض کے ماہر مناظرِ اسلام حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ (المتوفیٰ ۱۳۸۲ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ

علامہ عبدالعلی بحرالعلومؒ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) پہلے شیعہ کے مسلمان ہونے کا فتویٰ دیتے تھے مگر جب انہوں نے مشہور شیعی عالم و مفسر ابوعلی طبرسی کی تفسیر جامع البیان کا مطالعہ کیا تو ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں انہوں نے صاف طور پر ان کی تکفیر کی اور فرمایا کہ

فمن قال بهذا القول فهو كافر قطعاً لانكاره الضروري اھ (فواتح الرحموت ص ۶۱۸ طبع نولکشور لکھنؤ)

جو شخص قرآن کریم کی تحریف کا قائل ہے تو وہ قطعاً کافر ہے کیونکہ اس نے ایک ضروری امر کا انکار کیا ہے۔

علامہ بحرالعلومؒ نے مطلع ہو کر شیعہ کے کفر کی صرف ایک وجہ (تحریف قرآن) سے ان کی تکفیر کی ہے جبکہ ان کے کفر کی اور ٹھوس وجوہ بھی اسی پیش نظر کتاب میں باحوالہ

اور تیسری ۳ وجہ یہ ہے کہ شیعہ کے نزدیک ان کے دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں مضمر ہیں بقول ان کے جو تقیہ نہیں کرے گا وہ دین دار نہیں ہو سکتا بلکہ بقول ان کے جو دین کو ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و خوار کرے گا۔ انشاء اللہ العزیز تقیہ کے عنوان میں یہ سب باتیں باحوالہ آرہی ہیں جب تقیہ کی وجہ سے شیعہ اپنے باطل عقائد اور غلط نظریات پر کسی مسلمان کو آگاہ ہی نہیں ہونے دیتے اور بظاہر کلمہ بھی پڑھتے ہیں اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں رسمی طور پر مسلمانوں کی غمی خوشی اور دیگر تمام امور اور تقریبات میں شریک ہوتے

ہیں اور مسلمانوں کی فہرست میں اپنے نام بھی لکھواتے ہیں اور مسلمانوں جیسے نام بھی رکھتے ہیں اور اسلام کے دعویدار بھی ہیں تو عوام بیچارے تو کیا خواص بھی ان کی تکفیر میں تامل کر سکتے ہیں یہ وہ اہم وجوہ ہیں جن کی وجہ سے شیعہ کی تکفیر عیاں نہیں ہوئی جیسا کہ ہونی چاہیئے ورنہ قدیما وحدیثاً علماء حق نے شیعہ وامامیہ کے کافرانہ مشرکانہ اور ورطۂ حیرت میں ڈالنے والے بے بنیاد نظریات آشکارا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی عوام اور بعض خواص شیعہ کے باطل عقائد اور غلط نظریات سے بے خبری کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہیں جب شیعہ کے باطل عقائد اور نظریات سنتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔

وہ جب کرتا ہے مجھ سے باتیں میں حیران رہتا ہوں
کہ گویا خوبصورت منہ سے اک تصویر بولے ہے

شیعہ کے باطل عقائد اور غلط نظریات سے آگاہ ہونے کے لیے درج ذیل کتابیں نہایت ہی مفید ہیں

(۱) منہاج السنۃ۔ امام ابن تیمیہؒ کی بے نظیر کتاب ہے (۲) ردِّ روافض:۔ مؤلفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ (۳) تحفہ اثنا عشریہ:۔ مصنفہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ (جو اپنے تاریخی نام مولانا حافظ غلام حلیمؒ ابن شیخ قطب الدین احمدؒ ابن شیخ ابوالفیض دہلویؒ سے طبع ہوا ہے) (۴،۵) اجوبہ اربعین اور ہدایۃ الشیعہ:۔ مؤلفہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانئ دارالعلوم دیوبند (۶) ہدایۃ الشیعہ:۔ مؤلفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (۷) نصیحۃ الشیعہ:۔ تالیف حضرت مولانا احتشام الدین صاحب مرادآبادیؒ (۸،۹) مطرقۃ الکرامۃ اور ہدایات الرشید:۔ مصنفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ (المتوفی ۱۳۴۶ھ) صاحب بذل المجہود (۱۰) رسائل النجم وغیرہا اور بیشمار کتابیں از حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ

(۱۱) آفتاب ہدایت مؤلفہ مولانا کرم الدین صاحب جہلمی (۱۲) تحقیق فدک مولانا احمد شاہ صاحب چوکیرہ (۱۳) ایرانی انقلاب ۔ مرتبہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دام مجدہم ۔ (۱۴ ، ۱۵ ، ۱۶) تحفۂ امامیہ ، عقائد الشیعہ اور سیف اسلام از مولانا حافظ مہر محمد صاحب زید مجدہ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ۔

محترم ! شیعہ اور روافض بے شمار گروہوں میں منقسم اور بٹے ہوئے ہیں مگر قدر مشترک سب میں ایک ہے جس کا باحوالہ تذکرہ اسی کتاب میں آرہا ہے انشاء اللہ العزیز ۔ راقم اثیم شیعہ اور روافض کو مسلمان نہیں سمجھتا اور جمہور محققین علماء ملت بھی کھلے لفظوں میں ان کی تکفیر کرتے ہیں جن کے حوالے اسی کتاب میں اپنے مقام پر مذکور ہیں ۔ راقم اثیم دیانۃً اس کا قائل ہے ، کہ اسلام کو جتنا نقصان روافض نے پہنچایا ہے وہ مجموعی لحاظ سے کسی کلمہ گو فرقہ سے نہیں پہنچا اور بحمد اللہ تعالیٰ علماء حق نے اس کو خوب اجاگر کیا ہے ۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ المتوفی ۱۰۳۴ھ نے رد روافض کے عنوان سے فارسی میں ایک مختصر مگر محقق اور جامع رسالہ تصنیف فرمایا ہے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے ۔ جس کا نام ردّ رفض ہے اس میں حضرت مجدد صاحبؒ نے شیعہ مذہب کے بانی عبد اللہ بن سبا یمنی یہودی اور اس کے چیلوں کے عقائد اور فاسد نظریات کا ذکر کیا ہے اور پھر قرآن کریم ، احادیث صحیحہ اور حضرات فقہاء کرامؒ کی روشن عبارات سے ان کا پرزور رد کیا ہے ۔ اصولی طور پر انہوں نے اس رسالہ میں شیعہ کی تکفیر کے تین اصول اور وجوہ بیان کی ہیں ۔

باب اوّل

شیعہ کی تکفیر کی وجہ اوّل یہ ہے کہ وہ قرآن مجید میں کمی بیشی اور تغیر و تبدیل کے قائل ہیں اور تحریف قرآن کریم کا نظریہ خالص کفر ہے چنانچہ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ کلام اللہ جس پر مدار اسلام ہے اور قرنِ اوّل سے بتواتر نقل ہے اور کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں اور مطلق زیادتی اور نقصان کا اس میں احتمال نہیں اسمیں بھی گھڑی ہوئی آیتیں اور بناوٹی کلمات ملا دیتے ہیں۔ اور آیات قرآنی میں (تحریف و) تصحیف کو روا رکھتے ہیں الخ (رد رفض ص۲۱) حضرت مجدد صاحب نے جو کچھ فرمایا بالکل صحیح اور بجا فرمایا ہے۔ لاشک فیہ ولاریب۔ ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

قرآن کریم میں تحریف:۔ تمام اہل اسلام کا پختہ عقیدہ اور اسپر انکا اتفاق و اجماع ہے کہ آج جو قرآن کریم مسلمانوں کے پاس موجود ہے یہ بعینہ وہی ہے جو لوح محفوظ میں تھا اور جو بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تئیس ۲۳ سال میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ وغیرہما مقامات میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا جس میں ایک حرف کی کمی بیشی تغیر و تبدل اور حذف و اضافہ نہیں ہوا اور نہ تا قیامت ہوگا۔ مگر شیعہ و امامیہ کے نزدیک قرآن کریم میں کمی بیشی واقع ہوئی ہے چنانچہ امام ابو محمد ابن حزم اندلسی (المتوفی ۴۵۶ھ) اپنی کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل میں لکھتے ہیں کہ

ومن قول الامامية كلها قديماً وحديثاً ان القرآن مبدل زيد فيه ما ليس منه ونقص منه كثير وبدل كثير (الفصل ج۲ ص۱۸۲)

امامیہ اور شیعہ کے سب متقدمین اور متاخرین کا یہ قول ہے کہ بے شک قرآن بدل ڈالا گیا ہے اس میں بہت زیادت کی گئی ہے جو اس میں نہ تھی اور اس میں بہت کچھ کمی بھی کی گئی اور اسمیں بہت تبدیلی و تحریف واقع ہوئی ہے۔

اور خود شیعہ کے نزدیک بغیر ان کے چار علماء کے (اوّل ابوجعفر ثانی محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی علامہ صدوق المتوفیٰ ۳۸۱ھ۔ دوم شریف مرتضیٰ ابوالقاسم علی بن حسین بن موسیٰ بغدادی علم الہدیٰ المتوفیٰ ۴۲۶ھ۔ سوم شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسین علی طوسی مفسر المتوفیٰ ۴۶۰ھ۔ اور چہارم ابوعلی طبرسی امین الدین بن حسین بن فضل مشہدی مصنف تفسیر مجمع البیان المتوفیٰ ۵۴۸ھ یعنی ۳۸۱ھ سے ۵۴۸ھ تک صرف چار آدمی اور اغلب یہ ہے کہ وہ بھی صرف تقیہ کے طور پر) باقی تمام شیعہ علماء کیا متقدمین اور کیا متاخرین سبھی ہی قرآن کریم میں کمی بیشی تغیّر و تبدل اور تحریف کے قائل ہیں اور ظاہر بات ہے کہ ان کے تمام متقدمین اور متاخرین کے اجماع کے مقابلہ میں صرف چار کے ٹولے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

شیعہ مذہب کے بڑے عالم محدث قدوۃ المحدثین ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ مخفی نہ رہے کہ یہ حدیث اور کثیر تعداد میں احادیث صحیحہ قرآن میں کمی اور اس کی تحریف میں صریح ہیں اور میرے نزدیک تحریف قرآن کی روایتیں متواترۃ المعنیٰ ہیں (مراۃ العقول شرح اصول کافی ص ۵۳۶/ج ۲، طبع اصفہان) مؤرخ اور مجتہد علامہ حسین بن محمد نقی نوری طبرسی (المتوفیٰ ۱۳۲۰ھ) نے جس کو شیعہ نے ان کے نزدیک اقدس البقاع یعنی تمام روئے زمین کے مقدس ترین مقام نجف اشرف میں مشہد مرتضوی کے مقام میں دفن کیا ہے اس مضمون پر ایک مستقل ضخیم اور مفصل کتاب لکھی ہے جس کا نام فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب ہے جو جمادی الاُخریٰ ۱۲۹۲ھ میں لکھی گئی ہے اس میں انہوں

نے صدہا اختراعی اور جعلی مثالیں بیان کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں تحریف واقع ہوئی ہے شیعہ کے بعض تقیہ باز علماء نے بین الاقوامی پروپیگنڈا سے گھبرا کر اس کتاب کا جواب بھی لکھا ہے مگر علامہ نوری طبرسی نے اس کے جواب میں کتاب ردّ الشبہات عن فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب لکھ کر تحریف کے وقوع پہ مہر ثبت کر دی ہے، اور تقیہ بازوں کے دلائل کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا کر انہیں لاجواب کر دیا ہے کہ وہ ساری عمر روتے رہیں ۔

حالت پہ میری اُن کے آنسو نکل پڑے
دیکھا گیا نہ یاس میں عالم نگاہ میں

چنانچہ علامہ نوری طبرسی لکھتے ہیں کہ

قال السید المحدث الجزائری	جناب محدث نعمت اللہ الجزائری نے
فی الانوار ما معناه ان الاصحاب	اپنی کتاب (انوار النعمانیۃ) میں فرمایا ہے
قد اطبقوا علی صحة الاخبار	جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اصحاب
المستفیضة بل المتواترة	(شیعہ) سب کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ
الدالة بصریحها علی وقوع	تمام مشہور بلکہ متواتر روایات جو صراحتہً
التحریف فی القرآن	قرآن کی عبارت۔ الفاظ اور اس کے
کلاماً ومادةً واعراباً	اعراب میں تحریف بتاتی ہیں صحیح ہیں اور
والتصدیق بها نعم خالف فیها	ہمارے تمام اصحاب تحریف قرآن کی ان
المرتضی والصدوق والشیخ	روایات کی تصدیق پر متفق ہیں۔ سوائے

الطبرسی اھ (فصل الخطاب ص۳۰)

شریف مرتضیٰ، صدوق اور شیخ طبرسی اور ابو جعفر طوسی) نے اس سے اختلاف کیا ہے

اس سے روشن ہو گیا کہ شیعہ کی (زمانہ ساز) متواتر روایات اور ان کے اجماع و اتفاق سے قرآنِ کریم میں تحریف واقع ہوئی ہے ہاں مگر صرف چار کا ٹولہ اس سے اختلاف کرتا ہے اور علامہ نوری تصریح کرتے ہیں کہ

ولم یعرف من القدماء خامس لھم (فصل الخطاب ص۳۴)

متقدمین میں سے کوئی پانچواں شخص ان کا ہم خیال معلوم نہیں ہو سکا۔

گویا ان چار کے (جو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں) علاوہ باقی تمام شیعہ علماء مجتہدین متقدمین اور متاخرین معاذ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہیں اور بڑی وضاحت سے یہ لکھتے ہیں کہ

ان الاخبار الدالة علی ذلک تزید علی الفی حدیث وادعی استفاضتها جماعة کالمفید والمحقق الداماد والعلامة المجلسی وغیرهم بل الشیخ ایضاً صرح فی التبیان بکثرتها بل ادعی تواترها جماعة یأتی ذکرهم۔ (فصل الخطاب ص۲۲۷)

بلاشبہ وہ (شیعی) روایات جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں دو ہزار سے زائد ہیں اور علماء (شیعہ) کی ایک بڑی جماعت نے جن میں شیخ مفید محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہیں ان روایات کے مشہور اور مستفیض ہونے کا دعوےٰ کیا ہے بلکہ شیخ طوسی نے تبیان میں صراحۃً لکھا کہ ان روایات کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے بلکہ ایک جماعت نے جن کا ذکر آگے آئیگا ان روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے

اور پھر آگے فصل الخطاب ص ۳۲۸ و ص ۳۲۹ میں ان شیعہ علماء کے نام اور کتابوں کے حوالے بھی درج کیے ہیں جو قرآن کریم میں تحریف کی روایات کے تواتر کے مدعی ہیں جب مذہب شیعہ میں قرآن کریم محرف و مبدل ہے کیونکہ ان کی متواتر روایات ان کو اس پر مجبور کرتی ہیں اور ان کے متقدمین و متاخرین کا اتفاق و اجماع اس پر مستزاد ہے تو پھر اس قرآن کریم کی ان کے ہاں کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے جس کو مسلمان پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور اس کے حفظ سے اپنے سینوں کو منور کرتے اور خوشی مناتے ہیں

قرآن کریم کی آیات

مسلمانوں کے پاس جو قرآن کریم ہے اور جو انہیں اپنی جانوں سے بھی عزیز تر ہے اس کی آیات چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں (۶۶۶۶) اور مشہور شیعی عالم علامہ قزوینی کی نقل اور حساب کے مطابق اس کی آیات کے بارے دو قول ہیں ایک قول کے لحاظ سے اس میں چھ ہزار تین سو چھپن (۶۳۵۶) اور دوسرے کے اعتبار سے چھ ہزار دو سو چھتیس (۶۲۳۶) آیات ہیں لیکن اصول کافی میں ہے کہ امام ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ

ان القرآن الذی جاء به جبرائیل علیه السلام الی محمد صلی الله تعالی علیه وآله وسلم سبعة عشر الف آیة

بلاشک وہ قرآن کریم جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی طرف لائے اس کی سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) آیتیں تھیں۔

(اصول کافی ص ۶۷۱ طبع نولکشور لکھنؤ و مع الصافی جزء ششم ص ۷۵)

اور علامہ نوری طبرسی لکھتے ہیں کہ

بعبارتہ: وقد ادعی تواتر جماعة منهم — اور قرآن میں تحریف کیے جانے کے

المولیٰ محمد صالح فی شرح الکافی حیث قال فی شرح ماورد ان القرآن الذی جاء جبرئیل الی النبی سبعة عشر الف آیة وفی روایة سلیم ثمانیة عشر الف آیة ما لفظه واسقاط بعض القرآن وتحریفه ثبت من طرقنا بالتواتر معنی الخ (فصل الخطاب ص ۲۲۸)

متواتر ہونے کا دعویٰ ہمارے علماء کی ایک جماعت نے کیا ہے ان میں سے ایک آقا محمد صالح بھی ہیں کافی کی شرح میں اس حدیث کی کہ جو قرآن جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے اسکی سترہ ہزار ۱۷۰۰۰ اور بروایت سلیم اٹھارہ ہزار ۱۸۰۰۰ آیتیں تھیں، شرح میں وہ لکھتے ہیں کہ قرآن میں تحریف اور اس کے بعض حصول کا ساقط کیا جانا ہمارے نزدیک تواتر معنوی کے طریقوں سے ثابت ہے۔

غور فرمائیں کہ بقول شیعہ شنیعہ کے سترہ یا اٹھارہ ہزار آیات پر مشتمل قرآن گھٹتے گھٹتے تقریباً سوا چھ ہزار آیات رہ گیا ہے، تو پھر اس کے تغیر و تبدل اور کمی بیشی میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے؟ ان کے علامہ خلیل قزوینی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ۔

مراد این است کہ بسیارے از آں قرآن ساقط شدہ و در مصاحف مشہور نیست (الصافی ج ۶ ص ۷۵ باب النوادر طبع نولکشور لکھنؤ)

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اصلی قرآن کا بہت سا حصہ ساقط اور غائب ہو گیا ہے اور وہ قرآن کے موجودہ و مشہور نسخوں میں نہیں ہے۔

اگر معاذ اللہ تعالیٰ شیعہ کی ان خود ساختہ اور ناشائستہ روایات کو تسلیم کر لیا جائے

توپھر تو قرآن کریم میں سابق آسمانی کتابوں اور صحیفوں سے بدرجہا زیادہ تحریف ثابت ہوتی ہے اور شاید اسی لیے شیعہ قرآن کریم کو یاد بھی نہیں کرتے اور نہ اس کے حافظ ہوتے ہیں کیونکہ ان کا اِس قرآن کریم پر جب ایمان و اعتماد ہی نہیں تو وہ اس کو اپنے سینے میں جگہ دینے کی کیوں زحمت گوارا کریں؟ جب کہ بفضل اللہ تعالیٰ اس بے عملی کے دور اور مادر پدر آزاد زمانہ میں بھی ہزاروں ہی نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں دنیا میں قرآن کریم کے حافظ موجود ہیں جن میں مرد اور عورتیں بھی شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعام سے راقم اثیم کے اہل خانہ میں ایک درجن سے زائد حفاظ قرآن کریم موجود ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ	بے شک ہم ہی نے اتاری ہے نصیحت (قرآن کریم) اور بے شک ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔
(پ۱۴۔ الحجر۔۱)	

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم ہی اس قرآن کریم کے اُتارنے والے ہیں اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے جس شان و صورت سے وہ اُترا ہے بدون ایک شوشہ یا زیر و زبر کی تبدیلی کے وہ تمام جہان کے کونے کونے میں پہنچ کر رہے گا اور پہنچا اور قیامت تک ہر قسم کی تحریف لفظی و معنوی سے مکمل طور پر محفوظ و مصئون رکھا جائیگا زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر قرآن کریم میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہ ہوگا باطل قومیتیں اور حکومتیں قرآن کریم کی آواز کو دبانے یا گم کر دینے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرینگی مگر اس کے ایک نقطہ کو نہ بدل سکیں گی قرآن کریم کے متعلق یہ عظیم الشان وعدۂ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز

طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب اور مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے سر ولیم میور لکھتا ہے جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو، ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اُسے خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں (محصلہ فوائد عثمانیہ) ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمائیں اور اس کی نگرانی اپنے ذمہ لیں اور کھلے کافر بھی اس کی اصلی صورت میں محفوظ رہنے کا اقرار کریں مگر شیعہ شنیعہ یہ کہیں کہ ہمارے علماء اور مجتہدین کی تحقیق سے تواتر کے ساتھ اس میں تحریف اور کمی بیشی ثابت ہے اور شیعہ کے چار علماء کے بغیر ان کے باقی تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ موجودہ قرآن محرف اور مبدّل ہے کیا شیعہ شنیعہ کی تکفیر کے لیے یہی ایک نص قطعی کافی نہیں ہے۔

الغرض دیگر بے بنیاد اور باطل عقائد شیعہ کے اپنے مقام پر ہیں جو سبب کفر ہیں اور قرآن کریم کی تحریف کا دعویٰ اپنی جگہ قطعاً اور یقیناً ان کی تکفیر کا موجب ہے جس میں ایک رتی بھر بھی شک و شبہ نہیں لَا رَیْبَ فِیْہِ

یہی وجہ ہے کہ جملہ اہل حق کھلے طور پر شیعہ کی تکفیر کرتے ہیں اور یہ انکا اسلامی اور قانونی حق ہے مگر بایں ہمہ وہ امن عامہ کو بگاڑنے اور خراب کرنے کی پالیسی پر گامزن نہیں ہیں کیونکہ وہ ملک کے ساتھ مصلحت کو نظر انداز نہیں کرتے سہ

ہم ہیں خاموش کہ برہم نہ ہو عالم کا نظام
وہ سمجھتے ہیں کہ ہم میں طاقت فریاد نہیں

قرآن کریم میں تحریف کے اثبات پر شیعہ کی کتب سے چند حوالے

بیان ہو چکا ہے کہ شیعہ کے چار کے ٹولے کے علاوہ باقی تمام قرآن کریم کی تحریف کے قائل ہیں اور بہت ممکن ہے کہ چار کے ٹولے نے بھی تقیہ سے کام لیا ہو کیونکہ ان کے نزدیک لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ ایک اصول اصل اور قاعدہ ہے شیعہ شنیعہ کا یہ قطعاً باطل اور سراسر جھوٹا دعویٰ ہے کہ اہل السنت والجماعت نے اور علی الخصوص حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرت عثمانؓ نے یوں تحریف کی کہ حضرت علیؓ اور ان کے بعد حضرات ائمہ کرامؒ کی منصوص امامت کو قرآن کریم سے نکال دیا چنانچہ اُن کی بنیادی اور مرکزی کتاب اصول کافی میں ہے

ومن یطع الله ورسوله فی ولایة علیّ وولایة الائمّة من بعده فقد فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا هكذا نزلت۔

(اصولِ کافی ص ۴۱۴ ج ۱ طبع ایران)

اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی علیؓ اور اُن کے بعد ائمہ کی ولایت تسلیم کرنے میں اطاعت کی تو تحقیق سے اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

اس آیت کریمہ سے بقول مجتہد کلینی کے اہل السنت والجماعت نے خط کشیدہ الفاظ نکال دیئے ہیں جن سے حضرت علیؓ اور ان کے بعد حضرات ائمہ کرامؒ کی امامت نصاً ثابت تھی اور ایک مقام پر بقول ان کے فِیْ عَلِیٍّ (ملاحظہ ہو اصولِ کافی ص ۴۱۲ ج ۱ طبع ایران)، اور کہیں بولایۃ علیؓ کے الفاظ قرآن کریم سے نکال دیئے گئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۱۹ ج ۱ طبع ایران)

شیعہ کے محقق مجتہد اور خمینی صاحب کے معتمد علیہ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ:

و در قرآن در آیات بسیار نام علیؓ بوده کہ عثمانؓ بیرون کردہ اھ (تذکرۃ الائمۃ یا ائمہ معصومین علیہم السلام ص۴۹)	قرآن کریم کی بہت سی آیات میں حضرت علیؓ کا نام تھا مگر عثمانؓ نے ان کا نام قرآن سے خارج کر دیا۔

یہ شیعہ شنیعہ کا حضرت عثمانؓ اور دیگر اہل حق پہ بالکل صریح بہتان اور خالص افترا ہے اہلِ حق نے قرآنِ کریم کی ایسی حفاظت کی ہے کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے سراسر عاجز اور قطعاً قاصر ہے۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ہدایات الرشید ص۶۱۴ وص۶۵۱ میں رافضیوں کے تحریف قرآن کے عقیدہ پہ مبسوط بحث کی ہے۔

شیعہ کا متوازی قرآن مصحفِ فاطمہؓ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ جو کچھ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہ نازل ہوا وہ قرآن کریم (وحی متلو) اور حدیث شریف (وحی غیر متلو) ہی تھے آپؐ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ کسی اور پہ کوئی وحی اور کتاب نہیں لایا مگر اس کے برعکس شیعہ کی مرکزی اور بنیادی کتاب اصول کافی میں ہے کہ ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادقؒ سے مصحف فاطمہؓ کے بارے سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اِس دُنیا سے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُٹھا لیا اور آپؐ کی وفات ہو گئی تو حضرت فاطمہؓ کو ایسا رنج و غم ہوا جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ حضرت فاطمہؓ کے پاس بھیجا جو ان کے غم میں انہیں تسلی دے اور ان سے باتیں کیا کرے حضرت فاطمہؓ نے حضرت امیر المؤمنین علیؓ کو یہ بات بتلائی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تمہیں اس فرشتہ کی آمد کا احساس ہو اور اس کی آواز سُنو تو مجھے بتلا دینا حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ فرشتہ کی آمد پہ

فاعلمته بذالك فجعل	میں نے حضرت امیر المؤمنین علیؑ کو بتایا تو
امیر المؤمنین علیه السلام	وہ جو کچھ اس فرشتہ سے سنتے تھے لکھتے جاتے
یکتب کل ما سمع حتیٰ	یہاں تک کہ انہوں نے اس سے ایک
اثبت من ذالك مصحفاً	مصحف (قرآن) تیار کر لیا (یہی مصحف
(اصول کافی صفحہ ۲۴۰ ج۱ طبع ایران)	فاطمہؑ ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ حضرت فاطمہؓ پر بھی وحی اور پیغام لاتا رہا اور اس وحی کو حضرت علیؓ باقاعدہ سنتے اور لکھتے رہے جس سے مصحف تیار ہوا۔ اور حضرت امام جعفر صادقؒ ہی مروی ہے کہ:

ثم قال وان عندنا المصحف	پھر انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس حضرت
فاطمة علیها السّلام وما یدریهم	فاطمہ علیہا السلام کا مصحف ہے اور
ما مصحف فاطمةؑ قال فیه	لوگوں کو کیا خبر ہے کہ مصحف فاطمہؑ کیا ہے؟
مثل قرآنکم هذا ثلاث	امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اس میں تمہارے
مرات والله ما فیه من	اس قرآن سے تین گنا ہے اللہ تعالیٰ
قرآنکم حرف واحد	کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا ایک
(اصول کافی صفحہ ۲۳۹ ج۱ طبع ایران)	حرف بھی نہیں ہے۔

تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تیئیس ۲۳ برس نازل ہوتا رہا۔ نہ معلوم یہ مصحف فاطمہؓ جو قرآن کریم کے مقابل کا ہی کوئی قرآن ہے جیسا کہ تقابل کے الفاظ (مثل قرآنکم اور من قرآنکم) سے عیاں ہے اور قرآن کریم سے تین گنا زیادہ بھی ہے کتنا عرصہ حضرت فاطمہؓ پر

نازل ہوتا رہا اور پھر کب تک حضرت علیؓ اس کو تحریر فرماتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے کتابی شکل میں ایک مصحف تیار کر لیا مگر عجیب اور نرالی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس جو اصلی قرآن کریم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بواسطۂ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کا ایک حرف بھی مصحف فاطمہؓ میں موجود نہیں ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصحف انگریزی۔ جرمنی۔ فرانسیسی۔ روسی۔ جاپانی۔ چینی۔ سنسکرت اور گورمکھی وغیرہ کسی اور زبان میں نازل ہوا ہو گا اگر عربی زبان میں نازل ہوتا تو لازماً کوئی نہ کوئی حرف تو اس میں ہوتا مگر امام موصوف وعند الشیعہ معصوم حلفیہ طور پر فرماتے ہیں۔ کہ مصحف فاطمہؓ میں اصلی قرآن کا ایک حرف بھی موجود نہیں ہے ان کے ارشاد اور بیان پر یقین نہ کرنا بھی سراسر زیادتی ہو گی گویا شیعہ کے مفروض مصحف فاطمہؓ نے اصلی قرآن کو صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دیا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) ؎

کس دھیان سے پرانی کتابیں کھلی تھیں کل
آئی ہوا تو کتنے ورق ہی الٹ گئے

غیر مسلموں کی زبانی قرآن کریم کی حقانیت

جناب خمینی صاحب اور ان کی جماعت کا یہ باطل فیصلہ ہے کہ موجودہ قرآن کریم جو مسلمانوں کے پاس ہے وہ محرّف ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اس کے برعکس بھارت کی کافر حکومت کی عدالت عالیہ کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں

بھارت کی کوئی عدالت قرآن حکیم پر پابندی نہیں لگا سکتی۔

کلکتہ ہائیکورٹ نے قرآن پر پابندی کے متعلق انتہا پسند ہندو کی درخواست

مسترد کردی عدالت حدیث پہ پابندی کے متعلق اسی ہندو کی درخواست پہلے ہی مسترد کی جا چکی ہے۔

نئی دہلی (رپورٹ مقبول دہلوی) کلکتہ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس دیپک کمار سین اور جسٹس شیامل کمار سین پر مشتمل ایک ڈویژن بنچ نے اپنا ایک تاریخی فیصلہ تفصیلی طور پہ تحریر کی شکل میں سنایا جو بھارت کے انتہا پسند ہندو چاند مل (چوپڑا) کی اپیل کے مسترد کرتے ہوئے دیا ہے چاند مل چوپڑا کی اپیل مسترد کرنے کا عبوری آرڈر ایک ہفتہ قبل سرکاری وکیل کے اصرار پہ زبانی سنایا گیا تھا عدالت عالیہ نے اپنا مفصل فیصلہ بصورت تحریر کے بعد جاری کرنے کا اعلان کیا تھا فاضل ججوں کے ۱۴ صفحات پر مشتمل اس تفصیلی فیصلے میں چیف جسٹس دیپک سین نے کہا کہ قرآن مجید اسلام کی اساسی کتاب ہے اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر آج تک دنیا کے کسی مہذب ملک میں اس نوعیت کا مقدمہ مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن مجید کے خلاف دائر نہیں کیا گیا فاضل چیف جسٹس کلکتہ ہائیکورٹ نے اپنے فیصلے میں مزید لکھا ہے کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۹۵ قرآن مجید یا مقدس کتابوں پہ لاگو نہیں ہوتی جس کے تحت انہیں ضبط کیا جائے اور قانونی پابندی عائد کی جائے بھارت کی کسی بھی عدالت کے دائرہ اختیار میں یہ نہیں ہے کہ کسی بھی طرح کتب آسمانی کے معاملے میں مداخلت کرے اور ان پہ جزوی یا کلی طور پہ پابندی عائد کرے ڈویژن کے دوسرے جج جسٹس شیامل کمار سین نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ کسی بھی مقدس آسمانی صحیفے کو خلاف قانون قرار دینے کی ایسی کوئی عرض داشت بھارت جیسے سیکولر ملک میں نہ تو سماعت کیے

لیے قبول کی جا سکتی ہے اور نہ اس ملک میں کتاب مقدس کی اشاعت پر پابندی لگائی جا سکتی ہے انتہا پسند ہندو چاند مل چوپڑا نے بھارت میں قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی عائد کرنے کے لیے ایک رٹ پٹیشن ۱۹۸۵ء میں دائر کی تھی اسے جسٹس لباک نے خارج کر دیا تھا اس فیصلے کے خلاف معتمد چاند مل نے عدالت عالیہ میں رٹ دائر کی اسے ڈویژن بنچ نے ایک ہفتہ قبل عبوری فیصلہ سناتے ہوئے مسترد کر دیا تھا آج فاضل جج صاحبان نے تحریری طور پر اپنا فیصلہ سنایا یہاں اس امر کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ اس ہندو نے پچھلے دنوں حدیث شریف پر پابندی لگانے کی بھی ایک رٹ ہائیکورٹ میں داخل کی تھی جسے ابتدائی سماعت کے دوران ہی مسترد کر دیا گیا تھا۔ بلفظہٖ (اخبار جنگ لاہور ۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ ۳ دسمبر ۱۹۸۷ء ص۱ کالم ۷، ۸ و ص۸ کالم ۴)

مقام حیرت ہے کہ ہندو تو قرآن مجید کو جو بحمد اللہ تعالیٰ آج تمام دنیا کے مسلمانوں کے پاس موجود ہے اور اسے وہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں اور اسے پڑھتے پڑھاتے اور یاد کرتے ہیں آسمانی اور مقدس کتاب سمجھتے ہیں اور اس پر کلی یا جزوی طور پر پابندی عائد کرنے کو کسی بھی عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر قرار دیتے ہیں مگر خمینی صاحب اور ان کی جماعت اس کتاب مقدس کو معاذ اللہ تعالیٰ محرف قرار دیتی ہے کتنا ظلم ہے ؎

ایسا ہے وہ بت مجھ سے جو ایمان کی پوچھو
کافر بھی اسے دیکھ کر کہہ دے کہ خدا ہے

ہندو ججوں کا یہ فیصلہ منکرین حدیث کے لیے بھی تازیانۂ عبرت ہے

کہ غیر مسلم ہو کر بھی وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس پر پابندی لگانے کے سخت خلاف ہیں اور اس کے خلاف احتجاج کرنے والوں کی درخواست کو مسترد کرتے ہیں۔ مگر منکرین حدیث حدیث کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے اور اس کو دنیا سے ناپید کرنے کے درپے ہیں۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ حدیث کو ماننے والے اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے طعنہ زنوں کے ظلم و ستم سہنے والے بھی موجود ہیں ۔

ہر بار ہم نے سچ کہا ظالم کے روبرو ہم پر اسی لیے تو ستم پر ستم ہوئے

باب دوم

شیعہ کی تکفیر کی دوسری وجہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بتلائے ہوئے قاعدہ کے مطابق شیعہ کی تکفیر کی وجہ دوم یہ ہے کہ شیعہ حضرات خلفاء راشدینؓ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ کا رد اور انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے چنانچہ حضرت مجددؒ الف ثانیؒ لکھتے ہیں۔

ہم یقین سے جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مؤمن ہیں اور خدا تعالےٰ کے دشمن نہیں ہیں اور ان کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے لہذا ان کو کافر کہنے سے کفر کہنے والے کی طرف لوٹے گا اھ (ردّ رفض ص۳۷) نیز ارشاد فرماتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضرات شیخینؓ اکابر صحابہؓ میں سے ہیں بلکہ افضل الصحابہؓ ہیں پس ان کو کافر ٹھہرانا بلکہ ان کی تنقیص کرنا کفر و زندقہ اور گمراہی کا باعث ہے اھ (ایضاً ص۳۸) اور اس سے قبل تحریر فرماتے ہیں۔ جب شیعہ ان بزرگوں کی مذمت کرتے ہیں تو گویا وحی کی مخالفت کرتے ہیں اور وحی کی مخالفت کھلا کفر ہے (ایضاً ص۱۱، ص۱۲)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل سچا ہے۔ ذیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

شیعہ اور امامیہ کے نزدیک حضرات خلفاء ثلاثہؓ کی تکفیر

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا الآیۃ (پ۶-النساء ۳۰) اصول کافی کی خانہ ساز روایت کے مطابق

حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ۔

نزلت فی فلان وفلان وفلان آمنوا بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اول الامر وکفروا حیث عرضت علیھم الولایۃ فھؤلاء لم یبق فیھم من الایمان شئ (اصول کافی صـ۲۶۰ طبع ایران)

یہ آیت فلاں اور فلاں اور فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے پہلے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے پھر جب ان پر حضرت علیؓ کی امامت و ولایت پیش کی گئی تو وہ کافر ہو گئے (آخر میں کہا) کہ ان میں ذرا بھر بھی ایمان باقی نہ رہا

اور اصول کافی کی مشہور شرح الصافی میں ہے

امام گفت ایں آیت نازل شد در ابوبکر و عمر و عثمان اھ (الصافی جزء سوم حصہ دوم صـ۹۸)

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اس آیت کا شان نزول ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں۔

اور اصول کافی میں ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ (پ ۲۶-الحجرات ۱-) کا مصداق

الاول والثانی والثالث (اصول کافی صـ۲۶۲/۱ طبع ایران)

اوّل (ابوبکرؓ) اور دوم (عمرؓ) اور سوم (عثمانؓ) ہیں یعنی یہ تینوں ہی عند اللہ تعالیٰ ناپسندیدہ ہیں)

(تذکرۃ الائمہ از ملا باقر مجلسی و جلاء العیون صفحہ ۱۹۵ جلد ۲ ترجمہ اردو) اور اگر حضرت عمرؓ کافر تھے تو حضرت علیؓ اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح ان کیساتھ کیوں کراتے قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں کہ

اگر نبی دختر بعثمانؓ داد ولی دختر بعمرؓ فرستاد۔	اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی حضرت عثمانؓ کو دی تو حضرت علیؓ نے اپنی لڑکی حضرت عمرؓ کو دی۔

(مجالس المومنین مجلس سوم صفحہ ۵۹ طبع تہران)

اس کارروائی کو مجبوری پر حمل کرنا خبث باطن ہے کیونکہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی مجبوری تھی اور نہ حضرت علیؓ کو۔ ملا باقر مجلسی نے حضرت امام زین العابدینؒ پر افترا باندھتے ہوئے یہ لکھا کہ انہوں نے فرمایا کہ

ہر دو (ابوبکرؓ و عمرؓ) کافر بودند و ہر کہ ایشان را دوست دارد کافر است	ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں کافر تھے اور جو ان سے دوستی رکھے وہ بھی کافر ہے

(حق الیقین صفحہ ۵۲۲)

ملاحظہ کیجئے کہ اس ظالم مفتری نے کس طرح حضرت امام زین العابدینؒ پر حضرات شیخینؓ کی اور ان کے ساتھ دوستی اور محبت کرنے والوں کی تکفیر کا بہتان تراشا۔

عام حضرات صحابہ کرامؓ کی تکفیر و تنقیص

یہ تو تھی حضرات شیخینؓ اور حضرات خلفاء ثلاثہؓ کی ناجائز تکفیر کی رام کہانی

اب آپ دیگر حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات ازواج مطہراتؓ وغیرھا کے بارے میں شیعی افسانہ ملاحظہ کرلیں۔

فروع کافی میں امام باقرؒ سے (ان پر افترا کرتے ہوئے) یہ جعلی روایت ہے کہ

قال کان الناس اھل ردّة بعد النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الّا ثلاثة فقلت ومن الثلاثة ؟ فقال المقداد بن الاسود وابوذر الغفاری وسلمان الفارسی رحمة اللّٰہ علیہم وبرکاتہ ۔

انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب صحابہؓ مرتد ہو گئے تھے (العیاذ باللّٰہ تعالیٰ) مگر صرف تین ۔ (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے سوال کیا وہ تین کون تھے ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مقداد بن الاسود ابوذر غفاری اور سلمان فارسی اللّٰہ تعالیٰ کی ان پر رحمت اور برکتیں ہوں ۔

(فروع کافی ج ۳ کتاب الروضہ ص ۱۱۵ / طبع ایران ص ۲۴۵ ج ۸)

شیعہ اور امامیہ کے قدوة المحدثین عمدة المجتہدین شیخ الاسلام ملا محمد باقر مجلسی (المتوفی سنہ ۱۱۱۰ ھ) لکھتے ہیں کہ

و (شیخ کشی) ایضاً بسند حسن از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ صحابہؓ بعد از حضرت رسول (صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم) مرتد شدند مگر سہ نفر سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ راوی گفت کہ عمارؓ چہ شد ؟ حضرت فرمود کہ اندکے میلے کرد و بزودی برگشت الخ

(شیخ کشی نے حسن سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقرؒ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ صحابہؓ آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے بعد مرتد ہو گئے تھے مگر تین آدمی حضرت سلمانؓ، حضرت ابوذرؓ اور حضرت مقدادؓ راوی نے کہا کہ حضرت عمارؓ سے کیا ہوا ؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ تھوڑا سا جھکاؤ تو رکھتے تھے پھر جلدی سے

(حیات القلوب ص ۸۳۷ ج ۲) پھر گئے (یعنی معاذ اللہ تعالیٰ مرتد ہو گئے)

اور یہ روایت رجال کشی ص ۸ میں اور تفسیر صافی ص ۲۸۹ تحت قولہ تعالیٰ وما محمد الا رسول الآیۃ میں بھی مذکور ہے اور مشہور شیعی عالم مامقانی ارتداد صحابہ کرامؓ کی روایات کو متواتر کہتا ہے۔ (تنقیح المقال ص ۲۱۶ ج ۱) معاذ اللہ تعالیٰ ائمہ شیعہ وامامیہ کے اس باطل نظریہ کو تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بجز چند حضرات کے باقی تمام حضرات صحابہ کرامؓ مرتد ہو گئے تھے تو اس سے نصوص قطعیہ کا جن میں سے بعض کا ذکر عنقریب آرہا ہے انشاء اللہ العزیز انکار اور رد لازم آتا ہے اسی طرح صریح وصحیح ومتواتر احادیث کی مخالفت ہوتی ہے اور اجماع امت کا انکار اس پر مستزاد ہے اگر معاذ اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرامؓ مسلمان نہ تھے تو پھر ان کے جمع اور نقل کردہ قرآن کریم اور روایات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے ؟ اور ان کے پیش کردہ دین پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے ؟ اور معاذ اللہ تعالیٰ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیئس ۲۳ سال تک جو تعلیم دیتے رہے وہ ناقص تھی اور آپ ناکام معلم تھے کہ امتحان کا وقت آیا۔ تو بجز چند حضرات کے باقی بھی ناکام ہو گئے یہ بات نہایت ہی قابلِ غور ہے

مرے نقصِ خودی و بے خودی سے مے کدے والو
مجھی پر ہی نہیں ساقی پہ بھی الزام آتا ہے

شیعہ کے عمدۃ المحدثین ملا باقر مجلسی حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے بارے لکھتے ہیں۔ پس آں دو منافق وآں دو منافقہ بایکدیگر اتفاق کردند کہ آنحضرت رابزہر شہید کنند اھ (حیات القلوب ص ۷۴۵ ج ۲ طبع لکھنؤ)

اور حضرت عمرؓ کے بارے لکھا ہے کہ اُو ہمیشہ در شک و کفر بود (الیضاً ص ۴۹۲ ج ۲) اور حضرت عثمانؓ کے بارے لکھا ہے کہ آں منافق در پہلوئے جاریہ دختر رسول خوابید و با او زنا کرد (الی قولہ) و آں بے حیائے منافق نیز ہمراہ جنازہ بیرون آمدہ بود (الیضاً ص ۴۲۲ ج ۲) اور لکھا ہے پس عائشہ منافقہ بآں جناب گفت (الیضاً ص ۴۲۵ ج ۲) و حفصہ منافقہ (الیضاً ص ۴۲۴ ج ۲)

یہی ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ

و چوں ابو سفیان مسلمان شد منافق و منافق مُرد و مشہور است بنفاق (تذکرۃ الائمہ یا ائمہ معصومین علیہم السلام ص ۷۶)

جب ابو سفیانؓ مسلمان ہوا تو منافق تھا اور منافق ہی مرا اور وہ منافقت ہی سے مشہور تھا۔

اور اسی صفحہ (۷۶) میں حضرت ابو سفیانؓ کی اہلیہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ساس حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی والدہ ماجدہ حضرت ہندؓ کے بارے لکھتا ہے وہند زانیہ اھ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ملاحظہ کیجئے شیعہ محقق اور خمینی کے قابل اعتماد کی بکواس۔ کتب احادیث و تفاسیر میں موجود ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی اور یہ شرط پیش کی وَلَا یَزْنِیْنَ کہ عورتیں زنا نہ کریں گی تو اس پر حضرت ہندؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ

فقالت یا رسول اللہ وھل تزنی امرأۃ حرۃ ! فقال لا واللہ ما تزنی الحرۃ اھ

کیا کوئی شریف عورت بھی زنا کرتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا بخدا شریف عورت زنا نہیں کرتی۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۳۵۴ ج ۴)

اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے۔

قالت او تزنی الحرة ؟ لقد کنا نستحی من ذلك فی الجاهلیة فکیف بالاسلام اھ	فرمایا کیا شریف عورت بھی زنا کرتی ہے ہم تو دور جاہلیت میں زنا سے شرماتی تھیں تو بھلا اسلام میں کیسے کر سکتی ہیں۔

(تفسیر در منثور صـ۲۰۹ ج۶، مستدرک صـ۴۸۶ ج۲، البدایہ والنہایہ صـ۳۱۹ ج۴، وکتاب الاعتبار صـ۲۲۵)

مگر شیعہ کی بلا سے انہیں تو حضرات صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنا ہے خواہ کچھ بھی ہو۔ اور یہی دریدہ دہن ملا باقر مجلسی حضرت امیر معاویہؓ کے بارے لکھتا ہے۔

ومعاویہ در اول حال مؤلف قلوب بود وچوں اسلام آورد منافق بود بلکہ کافر بود الی قولہ وآں ملعون شراب خور بود وشراب در شکم وبت در گردن مرد اھ (تذکرۃ الائمہ یا ائمہ معصومین صـ۶۷)	معاویہؓ کا حال ابتداء میں مؤلف قلوب کا تھا اور وہ جب اسلام لایا تو منافق بلکہ کافر تھا (پھر آگے لکھا کہ) وہ ملعون شراب خور تھا اور جب مرا تو شراب اس کے پیٹ میں اور بت اسکی گردن میں تھا۔

ملا باقر مجلسی کا خبث باطن ملاحظہ کیجئے کہ وہ کیا کر گیا ہے؟

اب آپ شیعہ کے امام اول حضرت علیؓ کا بیان ملاحظہ کریں کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے کیا ارشاد فرمایا۔

نہج البلاغۃ میں ہے۔

من کتاب لہ علیه السلام الی اهل الامصار یقتص	حضرت علیؓ نے تمام شہروں کے باشندوں کو سرکاری فرمان لکھا اور اس میں یہ:

فیه ماجری بینه وبین اهل صفین وکان بدء امرنا انا التقینا والقوم من اهل الشام والظاهر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدة لا نستزیدهم فی الایمان بالله والتصدیق برسوله ولا یستزیدوننا فالامر واحد الا ما اختلفنا فیه من دم عثمانؓ ونحن منه براء (نہج البلاغۃ ص ۱۱۸ ج ۲)

واضح کیا کہ جو کچھ ان کے اور اہل صفین کے درمیان واقع ہوا ہے اور فرمایا کہ اس واقعہ کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہم اور اہل شام کے گروہ میں (جن کے سربراہ حضرت امیر معاویہؓ تھے) مقابلہ ہوا اور ظاہر بات ہے کہ ہم دونوں کا رب ایک ہی ہے اور ہمارا نبی بھی ایک ہی ہے اور ہمارا دین بھی ایک ہی ہے، نہ ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں ہمارا اور ان کا دین ایک ہی ہے ہمارا اور ان کا اختلاف حضرت عثمانؓ کے خون کے بارے میں ہے اور ہم اس خون سے بالکل بری ہیں۔

اس سے بالکل آشکارا ہو گیا کہ حضرت علیؓ تو حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے تمام ساتھیوں کو جو شام کے باشندے تھے اپنے جیسا مومن اور مسلمان سمجھتے تھے۔ اور کیوں نہ ہو جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں جماعتوں کو اپنی زبان مبارک سے مسلمان فرمایا ہے جن میں حضرت حسنؓ نے صلح کرائی تھی (ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین، بخاری ص ۳۷۳ ج ۱ و ص ۵۱۲ ج ۱)

تو حضرت علیؓ اُن کو کیوں کافر سمجھتے؟ اور حضرت علیؓ سے بڑھ کر حضرت امیر معاویہؓ اور اُن کے ساتھیوں سے اور کون واقف ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ان کا ارشاد اس سلسلہ میں حرفِ آخر ہے ادھر اُدھر جھانکنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے؟

دل کو کرید اس میں خزانہ چھپا ہوا ہے
ویرانوں میں نہ جا کے دفینے تلاش کر

رافضیوں کی بدزبانی

رافضیوں کے جھوٹے اور بہتان تراش راویوں نے حضرت امام ابوجعفر محمد باقرؒ کی طرف نسبت کر کے یہ لکھا کہ انہوں نے فرمایا کہ

ان الناس کلھم اولاد بغایا ماخلا شیعتنا۔
بے شک ہمارے شیعہ کے علاوہ باقی تمام لوگ کنجریوں کی اولاد ہیں۔

(کافی کتاب الروضہ ص۲۸۵ ج۸ طبع ایران)

اور حضرت امام جعفر صادقؒ پر یہ افتراء باندھا کہ انہوں نے فرمایا کہ

حق تعالیٰ خلقے بدتر از سگ نیافریدہ است و ناصبی نزد خدا خوارتر از سگ (حق الیقین ص۵۱۶)
تحقیق سے اللہ تعالیٰ نے کُتے سے بدتر مخلوق نہیں پیدا کی اور سُنی خدا تعالیٰ کے نزدیک کُتے سے بھی زیادہ ذلیل ہے

ملا باقر مجلسی ہی لکھتا ہے کہ۔ جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے پہلے خلیفہ برحق مانتا ہو وہ ناصبی ہے محصلہ (حق الیقین ص۵۲۱)

اور دورِ حاضر میں شیعہ کا نائب الامام خمینی یوں گوہر افشانی کرتا ہے۔

ماخدائے را پرستش میکنیم و میشناسیم
ہم اُس خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اس

که کارہایش براساس خرد پایدارو
بخلاف گفته ہائے عقل ہیچ کارے
نکند نہ آں خدائے کہ بنائے مرتفع از
خدا پرستی و عدالت و دین داری بنا
کند و خود بخرابی آن بکوشد ویزید و معاویہؓ
و عثمانؓ و ازیں قبیل چپاولچی ہائے دیگر را
بمردم امارت دھد الخ
(کشف الاسرار صے ۱۰۳)

خدا کو جانتے ہیں جس کے کام عقل و خرد
کی بنیاد پہ قائم ہوں اور عقل کی کہی ہوئی باتوں
اور کاموں کے علاوہ اور کچھ نہ کرے
ہم اس خدا کے قائل نہیں جس کی خدائی کی
بنیاد خدا پرستی۔ عدالت اور دینداری
سے بلند ہو اور خود اس کی خرابی میں کوشاں
ہو اور یزید۔ معاویہؓ اور عثمانؓ جیسے بدقماشوں
اور غنڈوں کو امارت و حکومت سپرد کرے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ خمینی خدا تعالیٰ کی شناخت اور عبادت سے بالکل بیزار ہے اس لیے کہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمانؓ حضرت امیر معاویہؓ اور یزید کو حکومت و اقتدار دیا ہے اور ایسے خدا کا خمینی قائل نہیں اور خمینی کی شرافت اور تہذیب ملاحظہ کریں کہ وہ حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ جیسی بزرگ ترین ہستیوں کو چپاولچی غنڈے اور بدقماش قرار دیتا ہے اور ایران کے مظلوم سُنیوں پر جو مظالم خود اُس نے ڈھائے اور مسلسل ان میں اضافہ ہو رہا ہے وہ بالکل اُسے نظر نہیں آتے سچ ہے

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

چھوٹے میاں یہ تو شیعہ اور روافض کے بڑوں کا خبث تھا جو حضرات صحابہ کرامؓ اور اہل السنت والجماعت کے خلاف انہوں نے

اگلا اب ان کے ایک اور مجتہد کا حوالہ بھی دیکھ لیجئے۔ شیعہ امامیہ کے حجۃ الاسلام علامہ غلام حسین نجفی (فاضل عراق) سرپرست ادارۂ تبلیغ اسلام ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور لکھتے ہیں کیونکہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافت کے بارے میں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ خلافت حق ہے وہ عقیدہ بالکل گدھے کے عضو تناسل کی مثل ہے کیونکہ جیسی خلافت ہو اس کے لیے ویسا ہی عقیدہ چاہیئے۔ بلفظہٖ
(حقیقت فقہ حنفیہ درجواب فقہ جعفریہ ص۲۷)

قارئین کرام! اس مزعوم مجتہد کی بدزبانی اور بکواس دیکھئے کہ اس نے حضرت خلفاء ثلاثہؓ کی خلافت کو حق تسلیم کرنے والوں کے بارے میں جو جمہور امت ہے کیا گوہر افشانی کی ہے اور ان تقیہ سازوں متعہ بازوں اور اکذب الطوائف سے بھلا توقع بھی اور کیا ہو سکتی ہے؟ کل اناء یترشح بما فیہ

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے   جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

حضرت علیؓ کا فرمان

آپس میں جنگ و جدال کے خطرہ کے پیش نظر ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ وہ صلح و اتفاق کے لیے آئی ہیں اس پر طرفین اور فریقین بڑے ہی خوش ہوئے (تاریخ الامم والملوک للطبری ص ۴۸۹/۴) حضرت علیؓ نے لوگوں کو جمع کرکے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد زمانۂ جاہلیت کی بدبختی اور بداعمالی کا ذکر کیا پھر اسلام کی برکت اور خوبی بیان فرمائی اور مسلمانوں کی آپس میں الفت و محبت اور ایک جماعت ہونے پر زور دیا اور فرمایا کہ

وان اللہ جمعھم بعد نبیھم   بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپ کے

علی الخلیفۃ ابی بکر الصدیقؓ	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ
ثم بعدہٗ علی عمرؓ بن	حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور پھر ان کے بعد
الخطاب ثم علی عثمانؓ ثم	حضرت عمرؓ بن الخطاب اور پھر ان کے بعد
حدث ھذا الحدث الذی	حضرت عثمانؓ پر جمع کیا پھر امت میں اختلاف
جری علی الامۃ الخ	کا یہ حادثہ پیش آیا الخ۔

(تاریخ الامم والملوک ص۲۹۳ ج۴ البدایۃ والنہایۃ ص۳۲۹ ج۷، ابن خلدون ص۱۰۷۹ ج۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک آیت استخلاف کی روشنی میں یہ تینوں حضرات خلفاء تھے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات خلفاء ثلاثہؓ کو اسی ترتیب سے جو اہل السنت والجماعت کے ہاں مسلّم ہے خلافت کے لیے انتخاب کیا اور ان کی خلافت پر لوگوں کو جمع کیا اور ان کے دور میں اسلام کو خوب روشن کیا اور چمکایا کہ اس کی روشنی سے سارا عالم منور اور مستفید ہوا خصوصاً حضرت عمرؓ کے دور میں کہ ان کے ذریعہ ۲۲۵۱۰۳۰ مربع میل رقبہ فتح ہوا (الفاروق ص۲۷) اور ان علاقوں اور ممالک کے مسلمانوں نے اسلام کی برکات سے اپنے دامن پر کیے اور تاہنوز اسلام کے شیدائی ہیں اور ان شاء اللہ العزیز تا قیامت رہیں گے۔

حضرات شیخینؓ کی قدر و منزلت حضرت علیؓ کے نزدیک

اہل السنت والجماعت کی کتب حدیث و تاریخ میں حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے جو فضائل و مناقب حضرات

شیخینؓ کے آئے ہیں وہ احصار و شمار سے باہر ہیں۔ چند حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔ ایک حوالہ مزید ملاحظہ کیجیے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد

عن علیؓ قال یخرج فی آخر الزمان قوم لهم نبز یقال لهم الرافضة یعرفون به وینتحلون شیعتنا ولیسوا من شیعتنا وآیة ذلك انهم یشتمون ابابکرؓ وعمرؓ اینما ادرکتموهم فاقتلوهم فانهم مشرکون۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک فرقہ نکلیگا جس کا خاص لقب ہوگا جو رافضی کہا جائیگا وہ ہماری جماعت میں ہونے کا دعویٰ کریگا اور درحقیقت وہ ہماری جماعت سے نہیں ہوگا اور ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بُرا کہے گا تم اس فرقہ کو جہاں پاؤ قتل کرو کیونکہ وہ مشرک ہے

(کنز العمال ص ۸۱ ج ٦)

حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے شیعہ شنیعہ کی تردید کے لیے یہ حوالہ اتمام حجت سے کم نہیں ہے مگر چونکہ اہل السنت والجماعت کی کتب شیعہ وامامیہ کے نزدیک حجت نہیں ہیں اس لیے ہم ان کے حوالوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اتمام حجت کے لیے شیعہ اور امامیہ ہی کی چند معتبر و مستند کتب کے حوالے عرض کرتے ہیں۔

(۱) شیعہ وامامیہ کے محقق اور ادیب عالم علامہ ابن میثم بحرانی حضرت علیؓ کا وہ ارشاد نقل کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو خطاب کرتے

ہوئے فرمایا تھا۔

وکان افضلهم فی الاسلام کما زعمت وانصحهم لله ولرسوله الخلیفة الصدیق وخلیفة الخلیفة الفاروق ولعمری ان مکانهما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شدید یرحمهما الله تعالیٰ وجزاهما باحسن ما عملا (شرح نہج البلاغۃ طبع جدید ص ۳۶۲ ج ۴)

اسلام میں ان سب میں سے افضل اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ کھرا اور اخلاص کے ساتھ معاملہ رکھنے والے ابوبکر صدیقؓ اور ان کے بعد خلیفہ کے نامزد کردہ خلیفہ فاروقؓ ہیں جیسا کہ آپ بھی خیال کرتے اور جانتے ہیں مجھے اپنی عمر کے خالق کی قسم ان دونوں کا درجہ اسلام میں بڑا عظیم ہے اُن کی موت نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے ان پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ دونوں کو بہتر جزا دے

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک حضرات شیخینؓ کا اسلام میں بہت ہی عظیم درجہ ہے اور ان کی وفات سے اسلام کو سخت نقصان ہوا ہے اور وہ دونوں برحق خلیفے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے مستحق ہیں اور ان کے اعمال کی جو جزاء اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ اس کے علاوہ ہے رنج ہے۔ ع

جس کا عمل ہو بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے

(۲) امامیہ کے نامور عالم شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ حضرت علیؓ کا وہ خطبہ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے عام مجمع میں دیا۔

اللّٰھم اصلحنا بما اصلحت
بہ الخلفاء الراشدینؓ قیل فمن
ھم؟ قال ھما حبیبای
وعمای ابوبکرؓ وعمرؓ اماما
الھدٰی ورجلا قریش والمقتدٰی
بھما بعد رسول اللہ صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم
وشیخا الاسلام من اقتدٰی
بھما عصم ومن اتبع اٰثارھما
ھُدِی الی صراط مستقیم
(الشافی ص ۴۲۸ ج ۲ طبع ایران)

یا اللہ! ہماری اسی طرح اصلاح فرما
جس طرح تو نے خلفاء راشدینؓ کی اصلاح
کی سوال کیا گیا کہ خلفاء راشدینؓ کون تھے
حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وہ میرے دوست
اور میرے چچے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ
ہیں وہ دونوں ہدایت کے امام اور قریش
کے مرد تھے اور جناب رسول کریم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد رہنما اور مقتدیٰ
تھے وہ دونوں شیخ الاسلام تھے جس نے
بھی ان کی پیروی کی وہ گمراہی سے بچ
گیا اور جو ان کے نقش قدم پہ چلا وہ صراطِ
مستقیم پا گیا۔

اس خطاب میں حضرت علیؓ نے حضرات شیخینؓ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا اور ان کو خلفاء راشدینؓ مانا ہے اور ان کو اپنا محبوب اور قابلِ احترام تسلیم کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد انہیں امت کے لیے مقتدیٰ کہا ہے گویا اس میں حدیث اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ (ترمذی ص ۲۰۷ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۰، مستدرک ص ۷۵ ج ۳ مشکوٰۃ ص ۵۶۰ ج ۲) کو پیش نظر رکھا ہے، اور ان کی اتباع کو گمراہی سے بچاؤ کا ذریعہ اور ان کی پیروی کو ہدایت اور صراط مستقیم قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان کی محبت مرحمت فرمائے۔ اور اس محبت

پھر تا زیست قائم رکھے ؎

محبت کی کوئی حد ہے وفا کا کچھ ٹھکانا ہے
کہ ان کی جو رضا ہے میری قسمت ہوتی جاتی ہے

(۳) حضرت علیؓ کا یہ فرمان اور ارشاد بھی ہے کہ

خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکرؓ و عمرؓ و فی بعض الاخبار ولو اشاء ان اسمی الثالث لفعلت (الشافی ج ۱ ص ۱۷۱ اور یہ روایت السنة ص ۲۴۲، ص ۲۴۳ عبداللہؒ بن احمدؒ بن حنبلؒ میں بھی ہے)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ اگر میں تیسرے (حضرت عثمانؓ) کا نام بھی لوں تو میں ایسا کر سکتا ہوں۔

ان صریح حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ حضرات شیخینؓ کے علاوہ حضرت عثمانؓ کو بھی خلیفہ برحق تسلیم کرتے تھے اب شیعہ کے مجتہد علامہ غلام حسین نجفی سے یہ سوال ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کو برحق تسلیم کرنے والوں کے لیے وہ جو گدھے کے عضو تناسل کا تحفہ تجویز کرتے ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) حضرت علیؓ کا اس تحفہ میں کیا اور کتنا حصہ ہے۔ ؎

خوش نہ ہو ظالم میرے لب سی کر حشر میں باتیں ہوں گی انشاء اللہ

(۴) نہج البلاغۃ (مؤلفہ علامہ الشریف ابوالحسن محمد الرضی بن الحسن الموسوی (المتوفی ۴۰۴ھ) میں ہے۔

ومن كتاب له علیه السلام الی معاویة رض انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر رض وعمر رض وعثمان رض علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذٰلك (لله) رضاً فان خرج عن امرهم خارج بطعن او بدعةٍ ردوه الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین وولاه الله ما تولی ولعمری یا معاویة رض لئن نظرت بعقلك دون هواك لتجدنی ابرأ الناس من

حضرت علی رض نے حضرت امیر معاویہ رض کو خط لکھا کہ بیشک میری بیعت اسی قوم نے کی ہے جس نے حضرت ابوبکر رض، حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رض کی بیعت کی ہے اور انہی شرطوں پر کی ہے جن پر اُن کی بیعت کی تھی سو کسی موجود کے لیے گنجائش نہیں کہ اپنی مرضی کرے اور کسی غیر حاضر کو مجال نہیں کہ وہ اس کو رد کرے اور یقینی امر ہے کہ شوریٰ کا حق مہاجرین اور انصار کو حاصل ہے سو وہ جس آدمی کے بارے اتفاق کرلیں اور اس کو امام مقرر کریں تو اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے پس اگر کوئی شخص ان پر طعن کرتے ہوئے یا بدعت کا ارتکاب کرتے ہوئے اُن کے فیصلہ سے سرتابی کرے گا تو وہ اسے اس چیز کی طرف لوٹا دینگے جس سے وہ نکلا ہے، اگر اُس نے انکار کیا تو وہ اس سے قتال کریں گے کیونکہ وہ مومنوں کے راستہ کے بغیر کسی اور راستہ پہ

دم عثمان رضؓ ولتعلمن انی کنت فی عزلۃ عنہ الا ان تتجنی فتجن ما بدالک والسلام

(نہج البلاغۃ ص ۸/۳ مطبعۃ الاستقامۃ مصر)

چل پڑا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی طرف پھیر دیا ہے جدھر کو وہ چل پڑا ہے اے معاویہؓ مجھے اپنی عمر (کے خالق) کی قسم اگر تو عقل سے دیکھیگا نہ کہ اپنی خواہش سے تو تو مجھے حضرت عثمانؓ کے خون سے بری پائیگا اور تو ضرور جان لے گا کہ میں اس سے بیزار ہوں ہاں اگر تو میرے پیچھے پڑ کر مجھے اس جرم میں آلودہ کرے تو جو خیال میں آئے کرو والسلام

اس خط سے نہایت ہی واضح اور قیمتی فوائد حاصل ہوتے ہیں جن سے بعض یہ ہیں۔

(۱) حضرت علیؓ حضرات خلفاء ثلاثہؓ کو برحق خلفاء تسلیم کرتے تھے جیسا کہ عبارت میں تصریح ہے۔ (۲) اپنی خلافت کے حق ہونے کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ مجھے اسی قوم نے خلیفہ انتخاب کیا ہے۔ جس نے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا ہے تو پھر تم مجھے خلیفہ برحق کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ (۳) جس طریقہ پر خلفاء ثلاثہؓ کا انتخاب ہوا تھا کہ حضرات مہاجرینؓ اور انصارؓ کے شوریٰ سے یہ انتخاب ہوا تھا بالکل وہی طریقہ میرے انتخاب کا ہے تو پھر میں کیوں خلیفہ برحق نہیں ہوں؟

(۴) اگر حضرت علیؓ کے پاس اپنی خلافت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے کوئی نص یا وصیت ہوتی جیسا کہ رافضیوں کا مردود دعویٰ ہے تو اس مقام پر حضرت علیؓ ضرور اس کا حوالہ دیتے کہ اے معاویہؓ میں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے متعین اور مقرر کردہ خلیفہ ہوں پھر مجھے تم کیوں نہیں مانتے؟ اس اہم موقع پر حضرت علیؓ کا اپنی خلافت کے بارے میں قرآن کریم اور حدیث شریف کی کسی نص کا ذکر نہ کرنا حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیتا ہے کہ خلافت و وصیت کے افسانے روافض کے تراشیدہ اور محض راہ کہانیاں ہیں ۔

ہر شخص کے کردار سے تو اکھوٹ پرکھ لے خود اپنی کسوٹی پہ وہ کھوٹا کہ کھرا ہے

(۵) مہاجرین والانصار سبھی مؤمن ہیں اور ان مؤمنین کے راستے کو چھوڑنے والا غیر سبیل المؤمنین پہ گامزن ہے اور حسب ارشاد خداوندی نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰی کا مصداق ہے

(۶) مہاجرین اور انصار کا کسی امر پر اتفاق و اجماع اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اور اس کی خلاف ورزی بدعت ہے ۔

(۷) جو شخص مہاجرین والانصار کے اس اجماعی فیصلہ سے خروج کرے گا تو اس کے خلاف جہاد اور قتال ہوگا تاکہ وہ راہ راست پر آجائے ۔

(سبع سمٰوٰت)

یہ فوائد اس عبارت سے بالکل عیاں ہیں جیسا کہ کسی بھی عربی دان سے مخفی نہیں ہے اور حضرت علیؓ کی حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف جنگ بھی اسی لیے ہوئی کہ ان کی تحقیق و اجتہاد میں حضرت امیر معاویہؓ بظاہر مہاجرین اور انصار کے شوریٰ اور ان کے فیصلے کا احترام نہیں کرتے تھے اور حضرت امیر معاویہؓ

اس لیے قتال پر آمادہ ہوئے کہ ان کی دانست میں حضرت علیؓ مظلوم خلیفہ حضرت عثمانؓ کے قصاص میں تساہل سے کام لے رہے تھے اور درحقیقت سبائی پارٹی نے بدنیتی کی وجہ سے فریقین کو سوچنے اور سمجھنے کا موقع نہیں دیا۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے قرآنی فیصلہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (الانفال۔۷)	اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ لوگ وہی ہیں سچے مومن ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے دو طبقوں کا ذکر کیا ہے ایک مہاجرین کا اور دوسرے انصار کا اور بغیر کسی استثناء کے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پکے اور سچے مومن کہا ہے اور ان کی مغفرت اور ان کے لیے عزت کی روزی کا وعدہ فرمایا ہے ۔ اب اگر کوئی شخص مہاجرین اور انصار میں سے کسی صحابی کو جس کا دلائل اور تاریخی شواہد سے مہاجر یا انصاری ہونا ثابت ہو چکا ہے معاذ اللہ تعالیٰ کافر، منافق، مرتد اور ملحد و زندیق کہتا ہے تو وہ قرآن کریم کی اس نص قطعی کا منکر اور پکا کافر ہے لا شک فیہ ۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الآیۃ (پ ۲۶ - الفتح - ۳)

البتہ تحقیق سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا ہے اُن مومنوں سے جنہوں نے اُس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کی ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ماضی (رضی) پر دو تاکیدیں (لام اور قد) داخل فرما کر ان حضرات صحابہ کرامؓ کو تحقیقی اور قطعی طور پر مومن کہا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر حدیبیہ کے مقام پر درخت (کیکر) کے نیچے بیعت کی تھی جنکی تعداد پندرہ سو ۱۵۰۰ تھی (بخاری ج ۲ ص ۵۹۸ اور تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۸۵ میں چودہ سو) جنمیں مہاجرین بھی تھے اور انصار بھی تھے اور ان میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے حضرت عثمانؓ کو آپؐ نے اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا اور انکو قید کر لیا گیا (وھو الصحیح راجع تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۸۶ لاقصّۃ شھادتہ فان فی السند ابن اسحٰق۔ ابن کثیر) مگر بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر انکی طرف سے خود بیعت کی تھی (بخاری ج ۱ ص ۵۲۳) اب اگر کوئی شخص اس بیعت رضوان میں شریک ہونے والوں میں سے کسی ایک کو بھی کافر کہتا ہے تو وہ خود کافر ہو گا کیونکہ ان حضرات کا مومن ہونا تو یقینی طور پر نص قطعی سے ثابت ہے اور حضرت ابوبکرؓ کا صحابی ہونا تو قرآن کریم کی اس نصّ قطعی اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ الآیۃ سے بھی ثابت ہے ۔ اور حضرت عائشہؓ کی برأت کے بارے قرآن کریم میں دو رکوع موجود ہیں لہٰذا جو شخص حضرت ابوبکرؓ کے صحابی ہونے کا منکر ہو یا حضرت ام المؤمنین عائشہؓ پر معاذ اللہ تعالیٰ قذف کرتا ہو تو وہ یقیناً کافر ہے ۔ علامہ ابن عابدین الشامیؒ (المتوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ

لا شك فی تکفیر من قذف	جس شخص نے حضرت عائشہ رضؓ پر قذف
السیدة عائشة رضی اللہ تعالیٰ	کی یا حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ کے صحابی ہونے
عنہا او انکر صحبة الصدیقؓ الخ	کا منکر ہوا تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے

(شامی صہ ۲۹۴ جہ ۳ طبع ۱۲۸۸ھ)

اور شیعہ کا کفر ایسا اور اتنا واضح ہے کہ ان کے کفر میں توقف کرنے والا بھی کافر ہے چنانچہ شامیؒ ہی تحریر فرماتے ہیں کہ

ومن توقف فی کفرھم	جو شخص شیعہ کے کفر میں توقف کرے
فھو کافر مثلھم	تو وہ بھی ان ہی جیسا کافر ہے۔

(عقود العلامة الشامیؒ صہ ۹۲ جہ ۱)

امام ابو عبد اللہ شمس الدین الذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ

فان کفرھما والعیاذ باللہ تعالیٰ	اگر حضرات شیخین رضؓ کی کوئی تکفیر کرے
جاز علیه التکفیر واللعنة	العیاذ باللہ تو اس کی تکفیر اور اس پر لعنت
(تذکرة الحفاظ صہ ۳۰۲ جہ ۲)	جائز ہے۔

حضرات خلفاء اربعہؓ کا ایمان و خلافت قرآن شریف سے

تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی اور سچے و مخلص مسلمان ہیں اور اسی ترتیب سے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امت مسلمہ کے خلفاء انتخاب کیے گیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ الآیۃ (پ ۱۸ النور ۷)

وعدہ کیا اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے انہوں نے نیک کام البتہ ضرور خلیفہ بنائیگا اُن کو زمین کا۔

یہ خطاب اُن حضرات کو ہے جو نزول قرآن کریم کے وقت مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے اور یقیناً وہ حضرات صحابہ کرام رض ہی تھے اس خطاب میں اللہ تعالیٰ نے اُن میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کامل اتباع کرنے والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد زمین کی حکومت اور خلافت دے گا اور جو دین اسلام اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اُن کے ذریعہ سے وہ اس کو دنیا میں پھیلائے گا اور لفظ استخلاف میں یہ اشارہ بھی ہے کہ وہ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح ہی نہ ہوں گے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح خلفاء اور جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے اور دین حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی و تری میں اس کا سکہ بٹھلائیں گے الحمد للہ کہ یہ وعدہ الٰہی چاروں حضرات خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھوں پورا ہوا اس آیت استخلاف سے حضرات خلفاء اربعہ رض کا باایمان اور صالح ہونا قطعاً ثابت ہے اور اُن کی بڑی بھاری فضیلت اور منقبت اس سے بالکل عیاں ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ حضرات مؤمن اور نیک نہ ہوں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں اور بدوں کو خلافت دیدی (معاذ اللہ تعالیٰ)

ان کا ایمان حدیث شریف سے: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی

مجلس میں جن دس سعادتمندوں کو (جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے) جنتی ہونے کی بشارت دی یہ چاروں بزرگ ان میں سرفہرست ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن ؓ بن عوف (المتوفی ۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ابوبکرؓ فی الجنۃ وعمرؓ فی الجنۃ وعثمانؓ فی الجنۃ وعلیؓ فی الجنۃ الحدیث (ترمذی ص ۲۱۶ ج ۲ ومشکوٰۃ ص ۵۶۶ ج ۲، والجامع الصغیر ص ۶ ج ۱ وقال صحیح والسراج المنیر ص ۲۷ ج ۱ وقال حدیث صحیح ورواہ ابن ماجہ ص ۱۳ عن سعیدؓ بن زید)

تحقیق سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر عمر عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنت میں جائیں گے (بقیہ حضرات کے نام یہ ہیں حضرت طلحہؓ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہم)

اس صحیح حدیث سے حضرات خلفاء اربعہؓ کا جنتی ہونا ثابت ہے اور اسی پر اہل ایمان کا یقین ہے اور ایک اور حدیث میں حضرات خلفاء ثلاثہ رضی کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ (عبداللہ بن قیس المتوفی ۵۲ھ) اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک موقع پر دروازہ پہ آپ کا دربان تھا علی الترتیب حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ آئے میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی اطلاع دی اور اُن کے لیے آپؐ سے اجازت طلب کی آپؐ نے ان تینوں میں سے

ہر ایک کے لیے اجازت دی اور ساتھ ہی جنتی ہونے کی بشارت سنائی۔

ائذن له، وبشره بالجنة (بخاری ص ۵۱۹ ج ۱ وص ۵۲۲ ج ۱) — ان کو اجازت دو اور جنتی ہونے کی خوشخبری سناؤ

اور حضرت عثمانؓ کے بارے فرمایا۔

ائذن له وبشره بالجنة على بلوى تصيبه (ایضاً) — ان کو اجازت دو اور جنتی ہونے کی خوشخبری سناؤ ان پر مصیبت بھی آئیگی۔

عام حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق حدیثی فیصلہ

حضرت ابو سعید الخدریؓ (سعد بن مالک بن سنان المتوفی ۷۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لا تسبوا اصحابی فلو ان احدكم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه (بخاری ص ۵۱۸ ج ۱، مسلم ج ۲ ص ۳۱۰، مشکوٰۃ ص ۵۵۳ ج ۲) — میرے صحابہؓ کو برا مت کہو اس لیے کہ بے شک تم میں سے اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی راہ خدا میں خرچ کرے تو صحابہؓ میں سے کسی کے ایک مُد اور نصف مُد کو نہیں پہنچ سکتا۔

مُد دو پونڈ وزن کا ہوتا ہے اور نصف مُد ایک پونڈ کا۔

اس صحیح حدیث سے حضرات صحابہ کرامؓ کی فضیلت و منقبت بالکل واضح ہے کہ اُمتیوں میں سے کوئی غیر صحابی اگر اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے اور کوئی صحابی دو پونڈ یا ایک پونڈ کوئی جنس (مثلاً گندم مکی، دھان لوبیا چنہ وغیرہ) خرچ کرے تو اُمتی غیر صحابی کا اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی صحابی کے دو پونڈ یا ایک پونڈ کے درجہ اور ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ایمان۔ اخلاص اور اتباع سُنّت کا جو جذبہ حضرات صحابہ کرامؓ

کو حاصل تھا وہ اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا اور یہی وہ بنیادی امور ہیں جن سے عمل میں وزن پیدا ہوتا اور درجہ بڑھتا ہے۔

حضرت عویمؓ بن ساعدہ انصاری بدری روایت کرتے ہیں کہ

إنّ رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم قال إنّ الله تبارك وتعالى اختارني واختار لي أصحابا فجعل لي منهم وزراء وأنصارا وأصهارا فمن سبّهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل منه يوم القيمة صرف ولا عدل (مستدرك ج ۳ ص ۶۳۲ قال الحاكم والذهبي صحيح)

تحقیق سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا ہے اور میرے لیے میرے صحابہؓ کو چنا اور انتخاب کیا ہے ان میں سے بعض کو میرے وزیر مددگار اور سسرال بنایا ہے سو جس شخص نے ان کو بُرا کہا تو اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو اس شخص سے قیامت کے دن نہ تو نفلی عبادت قبول ہوگی اور نہ فرضی۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو درجہ، رتبہ، شان اور ختم نبوت کے عالی اور بلند مقام کے لیے انتخاب کیا اور چنا ہے اسی طرح اس نے از خود ہی آپؐ کے لیے حضرات صحابہ کرامؓ کا انتخاب اور چناؤ کیا ہے اور ان میں سے بعض کو آپؐ کے وزراء (مثلاً حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ترمذی ج ۲ ص ۲۰۸

کی روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واما وزیرای من اھل الارض فابوبکرؓ وعمرؓ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰ جلد ۲ بہرحال زمین کے باشندوں میں ابوبکرؓ وعمرؓ میرے وزیر ہیں) اور بعض کو انصار ومددگار اور بعض کو سسرال بنایا (جیسا کہ حضرات شیخینؓ) ظاہر امر ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے انتخاب اللہ کی پسند اور چناؤ کو رد کرتا ہے تو ایسا شخص کیوں نہ فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کا مستحق ہو اور اس کی فرضی اور نفلی عبادت کیوں قبول ہو؟ ان صحیح حدیثوں کی موجودگی میں مزید ضرورت تو نہیں مگر صرف بطور تائید وشاہد کے تین روایتیں اور عرض کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

اذا رأیتم الذین یسبون	جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ
اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ	کو بُرا کہتے ہوں تو تم کہو اللہ تعالیٰ کی لعنت
علی شرکم (ترمذی صفحہ ۲۲۶ جلد ۲ ومشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴)	ہو تمہاری شر پہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو سب وشتم کرنا اور برا کہنا شر ہے اور شرارت ہمیشہ شریر ہی کیا کرتے ہیں تو سامعین کا فریضہ ہے کہ جب ایسی شرارت سنیں تو لعنت بھیجیں۔ حضرت عبداللہؓ بن مغفل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ	اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے بارے
فی اصحابی لا تتخذوھم	میں اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے بارے

غرضاً من بعدی فمن احبهم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشك ان یأخذہ (رواہ الترمذی ص۲۲۶ ج۲ وقال ھذا حدیث غریب ومشکوٰۃ ص۵۵۴ ج۲ واللفظ لھا)

میں میرے بعد ان کو اپنے طعن کا نشانہ نہ بنا لینا سو جس نے اُن سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ ہی سے ان سے محبت کرے گا اور جس نے اُن کے ساتھ بغض کیا تو میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ہی اُن سے بغض کرے گا اور جس نے صحابہؓ کو اذیت دی سو اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی سو اُس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی (یعنی ناراض کیا) اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آنے والی نسلوں کو بار بار تاکید کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرامؓ کو طعن ولعن کا نشانہ بنانے سے روکا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ وہی محبت کرے گا جس کی آپؐ سے محبت ہوگی اور اُن سے وہی بُغض وعداوت کریگا جس کی (معاذ اللہ تعالیٰ) آپؐ کی ذات گرامی سے بغض وعداوت ہوگی اور جس نے حضرات صحابہ کرامؓ کو اذیّت دی تو اُس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیّت دی اور جس نے آپؐ کو اذیّت دی تو گویا اللہ تعالیٰ کو اذیّت دی اور ناراض کیا اور

اور جس نے ایسا کیا تو اس کو عنقریب اللہ تعالیٰ پکڑے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور گرفت میں آگیا تو اس کے لیے کیا مخلص ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنی پکڑ اور گرفت سے محفوظ رکھے اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ۔ امام ابراہیم بن موسیٰ الشاطبیؒ (المتوفی ۷۹۰ھ) فرماتے ہیں۔

وفي كتاب السنة للآجري من طريق الوليد بن مسلم عن معاذؓ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا احدث في امتي البدع و شتم اصحابي فليظهر العالم علمه، فمن لم يفعل فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين

کہ امام آجریؒ کی کتاب السنۃ میں ولید بن مسلمؒ کے طریق سے حضرت معاذ بن جبل کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری امت میں بدعات ظاہر ہوں اور میرے صحابہؓ کو برا کہا جائے تو عالم پر لازم ہے کہ اپنا علم ظاہر کرے جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔

(کتاب الاعتصام ص ۵۲ ج ۱ للشاطبیؒ)

عقلی اور عرفی قاعدہ ہے کہ جب کسی خزانہ اور دولت پر چور اور ڈاکو آپڑتے ہیں تو چوکیدار اور پہرہ دار ہی اصحاب دولت کو آگاہ کرتے ہیں اگر ایسا نہ کریں تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ بھی چوروں اور ڈاکوؤں سے ملے ہوئے ہیں اور جس سزا کے چور اور ڈاکو مستحق ہیں اس کے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سزا کے چوکیدار حقدار ہیں۔

ایسے دور میں جس میں بدعات و رسوم کا خوب زور ہو اور وہ نقطۂ عروج پر ہوں اور حضرات صحابہ کرامؓ کو برملا برا کہا جاتا ہو تو علماء کا شرعی اور علمی فریضہ ہے کہ وہ باطل کی تردید کریں اور تبلیغ کا فریضہ ادا کریں۔ کیونکہ علماء دین کے چوکیدار اور پہرہ دار ہیں اگر علماء خاموشی اختیار کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کے مستحق ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی ڈیوٹی ادا نہیں کی اور وہ لالچ یا ڈر کے اسیر ہو گئے ہے۔

مسافرانِ شبِ غم، اسیر دار ہوئے — جو رہنما تھے بچے اور شہریار ہوئے

باب سوم

شیعہ کی تکفیر کی تیسری اصولی وجہ یہ ہے حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

سوم یہ کہ شیعہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کے بعد امام حق حضرت علیؓ کو جانتے ہیں اور اس عقیدہ پہ ہیں کہ امامت ان میں اور ان کی اولاد سے باہر نہیں جاتی اور اگر جاتی ہے تو محض ظلم و تعدی سے اھ (ردِّ روافض ص۹) نیز تحریر فرماتے ہیں کہ

ان میں سے امامیہ فرقہ کے لوگ نص جلی سے حضرت علیؓ کی خلافت کو مانتے ہیں صحابہ کرامؓ کو کافر کہتے ہیں امامت کا سلسلہ امام جعفرؒ تک چلاتے ہیں، ان کے بعد امام منصوص میں اختلاف کرتے ہیں ان میں اکثر اس سلسلۂ امامت کے قائل ہیں کہ امام جعفرؒ کے بعد آپ کے صاحبزادہ امام موسیٰ کاظم ان کے بعد امام علی بن موسیٰ الرضا ان کے بعد محمد بن علی التقی ان کے بعد حسن بن علی الزکی ان کے بعد محمد بن الحسن اور یہی امام منتظر کہلاتے ہیں اھ (ردِّ روافض ص۱۰)

مخلوق کے لیے سب سے بلند اور ارفع درجہ نبوت و رسالت کا ہے بعض حضرات کی تحقیق میں رسول اور نبی کا ایک ہی مفہوم ہے اور بعض کے نزدیک صاحب کتاب و صاحب شریعت رسول ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جس پہ صرف وحی نازل ہو اور تبلیغ کا مامور ہو تو وہ نبی

ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام (نبراس ص۱۵) اور یہ بات یقینی اور قطعی ہے کہ کوئی غیر نبی اور غیر رسول نبی اور رسول کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ وہ بڑھ جائے مگر شیعہ وامامیہ کے نزدیک امامت کا درجہ نبوت سے بلند ہے چنانچہ شیعہ کے مجتہد محقق اور عمدۃ المحدثین ملا محمد باقر مجلسی (المتوفی ۱۱۱۰ھ) لکھتے ہیں کہ مرتبۂ امامت بالاتر از مرتبۂ پیغمبری است (حیات القلوب ج۳ ص۲) امامت کا درجہ نبوت و پیغمبری سے بالاتر ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ گویا شیعہ امامیہ کے نزدیک حضرات ائمہ کرامؒ کا درجہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ ہے

شیعہ اور عقیدۂ امامت

شیعہ وامامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرات ائمہ کرام اللہ تعالیٰ کا نور، مفترض الطاعۃ اور معصوم ہیں دنیا و آخرت ان کی ملکیت ہے جس کو جو چاہیں دیں اور جس چیز کو چاہیں حلال اور جس کو چاہیں حرام کر دیں اور انہیں یہ جملہ اختیارات اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہیں شیعہ وامامیہ کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر اور مستند کتاب ابو جعفر یعقوب کلینی رازی (المتوفی ۳۲۸) کی کتاب الجامع الکافی ہے جو امام منتظر و معصوم کی یوں مصدقہ ہے کہ انہوں نے فرمایا ھذا کاف لشیعتنا کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لیے بالکل کافی ہے۔

(۱) اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے اِنَّ الْاَئِمَّةَ نُوْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اس باب میں پہلی روایت یہ ہے کہ ابو خالد کابلی نے امام ابو جعفر سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا کی تفسیر پوچھی، فقال یا اباخالد النور واللہ الائمۃ (اصول کافی ص۱۱۷) تو انہوں

نے فرمایا کہ بجائے نور سے حضرات ائمہ کرامؒ مراد ہیں اس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح شیعہ کے نزدیک حضرات ائمہ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نور ہیں اور ان کے زعم میں یہ نص قطعی سے ثابت ہے۔

(۲) اصول کافی میں باب فرض طاعۃ الائمۃ ہے جس میں یہ روایت بھی موجود ہے۔ ابوالصباح سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے امام جعفر صادقؒ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت علیؓ امام ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت فرض کی ہے اور امام حسنؓ امام ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور امام حسینؓ بھی امام ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور امام علیؒ بن الحسینؓ (زین العابدین) بھی امام ہیں اللہ تعالےٰ نے ان کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور ان کے بیٹے محمدؒ بن علیؒ (امام باقرؒ) بھی امام ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت بھی فرض کی ہے۔ (اصول کافی ص۱۸۶ ج۱ طبع ایران) اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ وامامیہ کے نزدیک ان کے جملہ ائمہ کرامؒ مفترض الطاعۃ ہیں اور یہ جبھی ہو سکتا ہے جب کہ امامت کا ثبوت من جانب اللہ تعالیٰ اور نص قطعی سے ہو اور بقول شیعہ امامتِ ائمہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے مگر شومئے قسمت کہ سنیوں نے وہ آیات ہی قرآن کریم سے نکال دی ہیں اور یوں انہوں نے (معاذ اللہ تعالیٰ) قرآن کریم میں تحریف تغیر وتبدل اور کمی بیشی کا ارتکاب کیا ہے اور حضرات ائمہ کرامؒ کی سلطنت اور اقتدار کی نوبت آنے ہی نہیں دی۔

؎ گُلِ داغِ جنوں کھلے ہی نہ تھے — آ گئی باغ میں خزاں افسوس

(۳) اسی باب میں امام جعفر صادقؒ کا یہ ارشاد بھی منقول و مروی ہے۔ ہم وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت فرض کی ہے تمام لوگوں کے لیے ہمارا پہچاننا اور ماننا ضروری ہے ہمارے متعلق ناواقفیت کی وجہ سے لوگ معذور قرار نہیں دیے جائیں گے جو شخص ہم کو پہچانتا اور مانتا ہے وہ مؤمن ہے اور جو انکار کرتا ہے وہ کافر ہے اور جو ہم کو نہیں پہچانتا اور انکار بھی نہیں کرتا تو وہ گمراہ ہے یہاں تک کہ وہ راہ راست پر آجائے اور ہماری اطاعت قبول کرے جو فرض ہے۔

(اصول کافی صفحہ ۱۸۷ ج ۱ طبع ایران)

(۴) امام باقرؒ نے حضرات ائمہ کی امامت اور ان کی اطاعت کی فرضیت کا بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا دین ہے (اصولِ کافی صفحہ ۱۸۵ ج ۱ طبع ایران) اسکا مطلب یہ ہوا کہ حضراتِ ائمہ کی اطاعت کا مسئلہ مخلوق کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ یہ دینُ اللہ ہے اور معصوم فرشتوں نے بھی اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔ ؎

مومنِ دیندار نے کی بُت پرستی اختیار — اِک شیخِ وقت تھا وہ بھی برہمن ہو گیا

(۵) امام ابو جعفر ثانی (محمدؒ بن علی تقیؒ) نے محمد بن سنان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے محمد! اللہ تعالیٰ ازل ہی سے اپنی وحدانیت پر منفرد رہا پھر اُس نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو پیدا کیا پھر یہ حضرات ہزاروں قرن ٹھہرے رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام اشیاء کو پیدا کیا پھر مخلوقات کی پیدائش پر ان کو گواہ بنایا۔

وأجرى طاعتهم عليها وفوض أمورها اليهم فهم يحلون ما يشاؤن ويحرمون ما يشاؤن ولن يشاؤا الا ان يشاء الله تبارك وتعالى (اصولِ کافی ص۴۴۱ طبع ایران)

اور تمام مخلوقات پر ان کی اطاعت اور فرمانبرداری لازم کی اور مخلوق کے تمام کام اُس نے ائمہ کے سپرد کردیئے سو حضرات ائمہ کرام جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کردیتے اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام کردیتے ہیں اور وہ نہیں چاہیں گے مگر وہی کچھ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اس روایت کی تشریح میں شیعہ کے بزرگ اور محقق عالم علامہ خلیل قزوینی نے تصریح کردی ہے کہ اس سے یہ تمثیل حضرات (حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) اور ان کی نسل میں پیدا ہونے والے سب ائمہ کرام مراد ہیں (الصافی شرح اصول کافی جز سوم حصہ دوم ص۱۴۹) اس حوالے سے عیاں ہوگیا کہ شیعہ مذہب میں تمام خدائی اختیارات حضرات ائمہ کرام کو مفوض ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشیاء کے حلال و حرام کرنے کے جملہ اختیارات بھی ان کو حاصل ہیں وہ جس چیز کو چاہیں حلال کردیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے متعہ۔ تقیہ اور بداء وغیرہ جیسے گندے اعمال۔ نظریات کو بیک جنبش قلم حلال کردیا۔ اور جس کو چاہیں حرام کردیں۔ اور حضرات خلفاء ثلاثہؓ ازواج مطہراتؓ اور بقیہ حضرات صحابہ کرامؓ کی محبت وعقیدت کو تبرا کی شکل میں حرام قرار دیدیا غرضیکہ عطائی طور پر وہ مجاز مطلق ہیں اور ان کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت میں مدغم ہے اس کے برعکس اہل اسلام کا یہ پختہ اور غیر متزلزل عقیدہ ہے کہ

تحلیل وتحریم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں افضل ترین شخصیت آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ مگر آپ کو بھی یہ صفت اور اختیار حاصل نہ تھا تحریم شہد وغیرہ کا واقعہ جو قرآن کریم اور صحیح احادیث میں موجود ہے اس کی واضح دلیل ہے۔ مزید تفصیل کے لیے راقم اثیم کی کتاب دل کا سرور دیکھیں۔

(٦) اصول کافی میں شیعہ کے مستند راوی ابو بصیر سے روایت ہے کہ ان کے ایک سوال کے جواب میں حضرت امام جعفرؒ صادق نے ارشاد فرمایا کہ

اما علمت ان الدنیا والآخرۃ	کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ تمام دنیا
للامام یضعھا حیث یشآء	اور آخرت امام کی ملکیت ہے وہ جس
ویدفعھا الی من یشآء	کو چاہیں دے دیں اور جس کو چاہیں عطا
(اصول کافی ص $\frac{409}{1}$ طبع ایران)	فرمادیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ کے نزدیک حضرات ائمہ کرامؒ کا اتنا وسیع اختیار ہے کہ دنیا تو کیا آخرت بھی اُن کی ملکیت ہے اور اس پر بھی ان کا کامل قبضہ ہے وہ جس کو چاہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال کر دیں اور نواز دیں کیونکہ وہ وسیع تر اختیارات کے مالک ہیں جب حضرات ائمہ کرامؒ اتنے با اختیار ہیں تو پھر (معاذ اللہ تعالیٰ) نماز و روزہ اور دین کے دوسرے کاموں کی کیا ضرورت ہے؟ اور اپنے آپ کو تکالیف و مصائب میں مبتلا کر دینا، کون سی عقلمندی ہے؟ بس یہی کافی ہے کہ سینہ کوبی کر کے حضرات ائمہ کرامؒ

سے برائے نام محبت کا رشتہ جوڑ دیا جائے پھر بیڑا پار ہے ؎

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

اصولِ کافی میں اس عنوان کا ایک باب ہے باب ان الارض کلہا للامام علیہ السلام یعنی ساری کی ساری زمین امام علیہ السلام کی ملکیت ہے (ملاحظہ ہو ج ۱ ص ۲۵۹) مگر ہزار بار حیرت اور لاکھ مرتبہ تاسف ہے کہ شیعہ حضرات کی ان ائمہ کرام نے باوجود مالکِ کل ہونے کے زمین کا اقتدار و بادشاہی بجائے دوستوں کے دشمنوں کو دے ڈالی اور بجائے مومنوں کو ملنے کے بقول ان کے منافقوں کافروں اور مرتدوں کو حکومت ملی بلکہ دنیا کا بیشتر حصہ سچ مچ کے کافروں اور مشرکوں کو مل گیا اور یہ سب کچھ انہوں نے مالک اور با اختیار ہوتے ہوئے کیا بایں ہمہ ان کی امامت پہ کوئی زد نہ آئی اور محب و شیدائی بیچارے حضرات ائمہ کی عقیدت و محبت کا دم ہی بھرتے رہے اور اقتدار و بادشاہی کے لیے ان کے دل ترستے ہی رہے اور گویا وہ یوں کہتے رہے ہیں ؎

وہ کہاں ساتھ سُلاتے ہیں مجھے خواب کیا کیا نظر آتے ہیں مجھے

(۷) مسلمانوں کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ انسانوں میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہوتے ہیں نہ تو ان سے صغائر سرزد ہوتے ہیں اور نہ کبائر خطائے اجتہادی اور زلّت کا معاملہ جدا ہے وہ گناہ کی مد میں شامل نہیں اور نیز اہل اسلام کا یہ متفقہ نظریہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ماں اور باپ کے توسط سے اُسی طرح پیدا ہوتے ہیں جیسے عام بچے پیدا ہوتے ہیں ہاں مگر حضرات آدم اور حضرت عیسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام کا قصہ جدا ہے

کہ اوّل الذکر بزرگ ماں باپ کے توسط کے بغیر اور ثانی الذکر محترم بغیر باپ کے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صرف ماں سے پیدا ہوئے اور یہ امر قرآن کریم احادیث صحیحہ مرفوعہ، متواترہ واضحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ مگر شیعہ کا یہ نظریہ ہے کہ امام بھی معصوم ہوتے ہیں اور وہ اپنی ماؤں کی رانوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان یہ ہے باب نادر جامع فی فضل الامام وصفاتہ یعنی یہ وہ نرالا اور نادر باب ہے جو امام کی فضیلت اور اس کی صفات کے بارے میں ہے پھر اس باب میں شیعہ کی ترتیب سے آٹھویں امام حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کا ایک طویل خطاب منقول ہے جس میں انہوں نے حضرات ائمہ کرام کے فضائل و مناقب اور خصائص و شمائل بیان کرتے ہوئے تاکید سے بار بار ان کی معصومیت کی تصریح کی اور درس دیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

الامام المطھر من الذنوب والمبرأ من العیوب (اصول کافی ص۱۰۱ ج۱)	امام تمام گناہوں اور عیوب سے پاک اور مبرا ہوتا ہے۔

پھر آگے فرمایا

فھو معصوم مؤید موفق مسدد قد امن من الخطایا والزلل والعثار یخصہ اللہ بذالک لیکون حجتہ علی عبادہ وشاھدہ علی خلقہ	وہ معصوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و توفیق اسے حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے راہ راست پر رکھا ہوتا ہے بلاشبہ وہ غلطی، بھول چوک اور لغزش سے محفوظ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے

(اصول کافی صفحہ ۲۰۳ طبع ایران)

معصومیت کی اس دولت سے اس لئے مخصوص کرتا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر حجت اور اسکی مخلوق پر شاہد ہو۔

مطلب بالکل واضح ہے کہ امام ہر طرح کے گناہوں اور عیوب سے پاک اور معصوم ہوتا ہے اس سے کوئی غلطی اور لغزش سرزد نہیں ہوتی تاکہ وہ اپنی نیک سیرت اور حسن کردار سے مخلوق پر حجت ہو اور اس کی حرکت و ہر ادا و روش اپنے اندر جاذبیت لیے ہوئی ہو ے

رَوِش رَوِش پہ چراغاں کلی کلی پہ بہار   چمن میں یہ کیسا جادو جگا گئے ہو تم

علامہ مجلسی اپنی کتاب حق الیقین میں گیارہویں امام حضرت حسن عسکری ؒ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

حمل ما اوصیائے پیغمبراں در شکم مادر نمی باشد در پہلو مے باشد واز رحم بیروں نمی آئیم بلکہ از رانِ مادراں فرود مے آئیم زیرا کہ ما نور خدائے تعالیٰ ایم و چرک و کثافت و نجاست از ما دور گردانیدہ است (حق الیقین صفحہ ۱۲۶ طبع ایران)

ہم (ائمہ کرام) جو پیغمبروں کے وصی ہیں ہمارا حمل ماؤں کے پیٹ و رحم میں قرار نہیں پاتا بلکہ ہمارا قرار تو ماؤں کے پہلوؤں میں ہوتا ہے اور ہم رحم سے باہر نہیں آتے بلکہ ہم ماؤں کی رانوں سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ ہم خدا تعالیٰ کا نور ہیں لہٰذا ہم کو گندگی اور غلاظت و نجاست سے اس نے دور رکھا ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ اسلامی میں نطفہ سے لیکر بچے کی ولادت

یہ اس کا مستقر رحمِ مادر بتلایا ہے مگر شیعہ کے نزدیک حضرات ائمہ کرام کا مستقر اُن کی ماؤں کی رانیں ہیں اور وہیں سے وہ پیدا ہوتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ عالمِ اسباب میں باپ اور ماں کے ملنے اور ہمبستری سے بچے کی خلقت ہوتی ہے تو کیا حضرات ائمہ کرامؒ کے آباء کرامؒ اپنی ازواج کی رانوں سے ہمبستری اور مجامعت کرتے رہے اور وہ راستہ جو رب تعالیٰ نے فطری طور پر پیدا کیا ہے اس کو ترک کرتے رہے ؟ یہ عجیب قسم کا معجزہ بلکہ گورکھ دھندا ہے بس صرف شیعہ ہی اس کو حل کر سکتے ہیں اور دُنیا والوں کو اس کی کیا خبر ؟ ؎

دُنیا ہے طرفہ میکدۂ بے خودی میر — سب مست ہیں کسی کو کسی کی خبر نہیں

حضرت قطب الدین احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ

سألته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم سؤالاً روحانیاً عن الشیعة فأوحی الیّ ان مذهبهم باطل وبطلان مذهبهم یعرف من لفظ الامام ولما افقت عرفت ان الامام عندهم هو المعصوم المفترض طاعته الموحی الیه وحیاً باطنیاً وهذا

میں نے روحانی (اور کشفی) طور پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شیعہ کے بارے سوال کیا تو آپ نے مجھے اشارہ کیا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ امام سے معلوم ہوتا ہے جب مجھے افاقہ ہوا تو میں نے جان لیا کہ شیعہ کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے جس کی اطاعت فرض ہوتی ہے اور امام کی طرف باطنی طور پر

هو معنى النبي فمذهبهم يستلزم انكار ختم نبوة قبحهم الله تعالىٰ (تفهيمات الٰہیہ ص ۲۵۰ ج ۲)

وحی آتی ہے اور اس معنیٰ میں امام نبی ہی ہوتا ہے سو شیعہ کا مذہب انکار نبوت کو مستلزم ہے اللہ تعالیٰ ان کی ناس کرے۔

ظاہر امر ہے کہ جب امام معصوم ہو اور اس کی طرف وحی بھی آتی ہو اور اس کی اطاعت بھی فرض ہو تو نبی اور امام میں کیا فرق رہ گیا؟ غرضیکہ شیعہ بارہ[۱۲] بلکہ بعض چودہ امام تسلیم کر کے گویا بارہ[۱۲] یا چودہ[۱۴] نبی مانتے ہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کیسے ختم ہوئی؟ اگر شیعہ ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں تو محض تقیہ کے طور پر اور دوسرے مقام پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

ایں فقیر از روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوال کرد کہ حضرت چہ می فرمایند در باب شیعہ کہ مدعی محبت اہل بیت اند و صحابہ را بد میگویند آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنوعی از کلام روحانی القا فرمودند کہ مذہب ایشاں باطل است و بطلان مذہب ایشاں از لفظ امام معلوم می شود چوں ازاں حالت افاقت دست داد در لفظ امام

اس فقیر نے روحانی اور کشفی طور پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پُرفتوح سے سوال کیا کہ حضرت شیعہ کے بارے کیا فرماتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور صحابہؓ کو بُرا کہتے ہیں آپؐ نے ایک روحانی طریقے سے جواب القا فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ امام سے معلوم ہوتا ہے جب اس (کشفی اور روحانی) حالت سے افاقہ ہوا

تامل کردم معلوم شد کہ امام باصطلاح ایشان معصوم مفترض الطاعۃ منصوب للخلق است و وحی باطنی در حق امام تجویز نمایند پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گو بزبان آنحضرت را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را خاتم الانبیاء میگفتہ باشند اھ

(تفہیمات الٰہیہ ص ۲۴۴ / ۲)

تو میں نے لفظ امام میں غور کیا معلوم ہوا کہ شیعہ کے نزدیک امام معصوم اور مفترض الطاعۃ ہوتا ہے اور مخلوق کے لیے (من جانب اللہ تعالیٰ) منتخب ہوتا ہے اور وہ اپنے امام کے لیے وحی باطنی کی تجویز کرتے ہیں پس درحقیقت شیعہ ختم نبوت کے منکر ہیں اگرچہ زبان سے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم کے اعتبار سے بالکل آشکارا ہے تشریح کی حاجت نہیں ہے اور ایسا ہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ہی اپنی دوسری کتاب الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ص ۴، ص ۵ (طبع احمدی دہلی) میں تحریر فرمایا ہے۔ اور اس معنیٰ میں امامت کے قائل شیعہ کو انہوں نے زندیق قرار دیا ہے (المسوی جلد دوم ص ۱۱۰ طبع دہلی) اور اسی طرح ان کے نامی گرامی فرزند ارجمند حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی ص ۲۷۷ طبع کراچی میں شیعہ کو کافر قرار دیا ہے۔ اور ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

شبہ نیست کہ فرقہ امامیہ منکر خلافت حضرت صدیق اکبرؓ اند و در کتب فقہ

اس میں شک نہیں کہ فرقہ امامیہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کا منکر ہے اور

مسطور است کہ ہر کہ انکار خلافت
صدیق اکبرؓ کند منکر اجماع قطعی شد و
کافر گشت قال فی فتاویٰ عالمگیری
الرافضی اذا کان یسب الشیخینؓ
ویلعنہما العیاذ باللہ تعالیٰ فہو کافر الخ
(فتاویٰ عزیزی ص ۱۸۲/۱ طبع مجتبائی دہلی)

کتب فقہ میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص حضرت
صدیق اکبرؓ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ
اجماع قطعی کا منکر اور کافر ہے فتاویٰ عالمگیری
میں ہے کہ جو شخص حضرات شیخینؓ کو بُرا بھلا
اور ان پر العیاذ باللہ تعالیٰ لعنت کرتا
ہے تو وہ کافر ہے ۔

باب چہارم

رافضیوں کے نائب الامام جناب خمینی صاحب کی راگنی

خود جناب خمینی صاحب اور ایرانی شیعہ اور ان کے حاشیہ برداروں کا یہ باطل خیال ہے کہ خمینی صاحب اُن کے غائب اور منتظر امام مہدی کے نائب ہیں اور اس کا ظاہری سبب یہ ہے کہ ایران کا چندروزہ اقتدار ان کے ہاتھ میں ہے اور اس گروہ کا یہ مزعوم اور مذموم ارادہ ہے کہ وہ اقتدار کے بل بوتے پر حرمین شریفین صانہما اللہ تعالیٰ عن اشرار الناس پر قابض ہوگا اور اس سال ایام حج میں وہ اپنے اس ڈرامے کا ایک شو دکھا بھی چکا ہے۔ خمینی صاحب نے جو کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں سُنیوں کے خلاف بلکہ حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف جو زہر اُگلا ہے اور اپنے ماؤف دِل کا اُبال نکالا ہے۔ ان میں ان کی ایک کتاب کشف الاسرار بھی ہے جس میں انہوں نے مسئلۂ امامت پر بحث کرتے ہوئے گفتار دوم در امامت کے عنوان سے ایک سُرخی قائم کی ہے یہ بحث ص۱۰۵ سے شروع ہو کر ص۱۷۹ تک پھیلی ہوئی ہے۔ جناب مودودی صاحب کی تحریرات کی طرح خمینی صاحب کی تحریر میں بھی کام اور مغز کی باتیں نسبتاً کم ہیں فضول بھرتی اور پھیلاؤ زیادہ ہے دیگر رافضی تبرا راست حضرات شیخین (حضرت ابوبکرؓ

وحضرت عمرؓ کو مطعون قرار دیتے ہیں مگر نائب الامام نے ان کے خلاف اپنے مافی دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے مسئلہ امامت کو آڑ بنایا ہے اور عجیب و غریب حجے کاٹے ہیں چنانچہ وہ ایک مفروض سوال یوں قائم کرتے ہیں کہ اگر امامت کا مسئلہ اتنا اہم اور ضروری ہے تو

چرا خدا چنیں اصل مہم را یک بارہم	کیوں اللہ تعالیٰ نے اس اہم اصل کو
در قرآن صریح نہ گفت کہ ایں ہمہ	قرآن میں صراحۃً ایک دفعہ بھی بیان نہ
نزاع و خونریزی بر سرِ ایں کار پیدا	فرمایا تاکہ اس سلسلہ میں جو اختلاف اور
نشود اھ (کشف الاسرار صفحہ ۱۰۵)	خونریزی ہوئی وہ پیدا ہی نہ ہوتی۔

اس بظاہر خوشنما اور سنہری سوال کے جناب خمینی صاحب نے کئی جوابات دیئے ہیں ایک یہ ہے۔

در صورتیکہ امام را در قرآن ثبت	اس صورت میں کہ امام کا قرآن میں
میکردند آنہائیکہ جز برائے دنیا و	ذکر کر دیا جاتا تو وہی لوگ جو دنیا طلبی اور
ریاست با اسلام و قرآن سروکار	اقتدار کے سوا اسلام اور قرآن سے کوئی
نداشتند و قرآن را وسیلۂ اجراء	تعلق نہ رکھتے تھے۔ اور قرآن کو اپنی
نیات فاسدۂ خود کردہ بودند آں	فاسد نیتوں کا ذریعہ بنا رکھا تھا ان آیات
آیات را از قرآن بردارند و کتاب	کو جن میں امام کا ذکر ہوتا قرآن سے نکال
آسمانی را تحریف کنند اھ	دیتے اور آسمانی کتاب میں تحریف کر دیتے۔

(کشف الاسرار صفحہ ۱۱۴)

مطلب بالکل واضح ہے کہ اگر قرآن کریم میں اماموں کا نام ہے کہ مسئلہ

امامت بیان کیا جاتا تو حضرات صحابہ کرامؓ جو (معاذ اللہ تعالیٰ) منافقانہ طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر دُنیا طلبی کے لیے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور فاسد ارادے رکھتے تھے وہ قرآن کریم سے اماموں کے نام نکال کر آسمانی کتاب کی تحریف کے مرتکب ہو جاتے اور یوں اس کا حُلیہ بگاڑ دیتے۔ لہٰذا ان کا نام نہ ذکر کرنا ہی مناسب تھا تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

جناب خمینی کا یہ جواب خالص مغالطہ، فریب اور دفع الوقتی ہے اوّلاً اس لیے کہ شیعہ کے نزدیک ان کی دو ہزار سے زیادہ متواتر روایتوں سے قرآن کریم کی تحریف ثابت ہے اسی پیش نظر کتاب میں اس پر فصل الخطاب وغیرہ کے مفصل حوالے موجود ہیں۔ وثانیاً اس لیے کہ شیعہ کی اصولی اور بنیادی کتابوں مثلاً الجامع الکافی وغیرہ میں اس کا تواتر سے ثبوت موجود ہے کہ قرآن کریم میں حضرت علیؓ اور دیگر حضرات ائمہ کرامؒ کا ذکر موجود تھا مگر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ نے قرآن کریم سے ان آیات کو نکال باہر کیا، پیش نظر کتاب میں بعض حوالے مذکور ہیں۔ ایسی تصریحات کی موجودگی میں خمینی صاحب کا یہ جواب اُن کی جہالت کا عبرتناک پلندہ ہے اور ایک جواب یہ دیتے ہیں اور اپنی راگ کی تان اس پر توڑتے ہیں۔

مخالفتہائے ابوبکر بانص قرآن

شاید بگوئید اگر در قرآن امامت تصریح
میشد شیخین مخالفت میکردند و فرضاً
آنہا مخالفت میخواستند بکنند مسلمانہا

ابوبکر کی قرآن کی نصوص کی مخالفتیں

ممکن ہے تم یہ کہو کہ اگر صراحۃً قرآن
میں امامت کا ذکر ہوتا تو شیخین (ابوبکرؓ
وعمرؓ) مخالفت نہ کرتے اور اگر بالفرض

آنہا نمی پذیرفتند ناچار مادریں مختصر
چند مادہ از مخالفتہائے آنہا با صریح
قرآن ذکر میکنیم تا روشن شود کہ آنہا مخالفت
میکردند و مردم ہم مے پذیرفتند
اینک مخالفتہائے ابوبکرؓ با صریح
قرآن بحسب نقل تواریخ معتبرہ واخبار
کثیرہ بلکہ متواترہ از اہل سنت۔

(۱) در تواریخ معتبرہ وکتابہائے
صحیح سُنیاں نقل شدہ کہ فاطمہؓ دختر
پیغمبر آمد پیش ابوبکر ومطالبہ ارث
پدرش راکرد ابوبکر گفت پیغمبر گفت
انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
یعنی از ما گروہ پیغمبراں کسی ارث نمیبرد
ہرچہ ما بجا بگذاریم صدقہ باید دادہ شود
و در صحیح بخاری ومسلم قریب بایں معنی
ذکر کردہ وگوید کہ فاطمہ از ابوبکر دوری
کرد و باو تا مردیک کلمہ حرف نزد و

وہ مخالفت کرتے بھی تو مسلمان اُس کو
قبول نہ کرتے بامر مجبوری ہم اُن کی قرآن
کی صریح مخالفت کے چند حوالے اس مختصر
میں ذکر کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ
انہوں نے قرآن کریم کی صراحۃً مخالفت
کی اور لوگوں نے اسے قبول کیا ہے
لیجئے ابوبکرؓ کی قرآن کی صریح مخالفتیں جو
سُنیوں کی کتب تواریخ، معتبرہ
اخبار کثیرہ بلکہ متواترہ سے ثابت ہیں۔

(۱) سُنیوں کی تواریخ معتبرہ اور کتب
صحاح میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت
فاطمہؓ ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور اپنے
باپ کی وراثت کا مطالبہ کیا ابوبکرؓ نے
نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ ہم جو گروہ انبیاء میں
شامل ہیں ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی
جو چیز ہم ترک کرتے ہیں وہ صدقہ ہوتا
ہے صحیح بخاری اور مسلم میں قریباً یہی مطلب

صحیح بخاری و مسلم بزرگ ترین کُتب
اہل سنت است و این کلام ابوبکر
به پیغمبر اسلام نسبت داده مخالف
آیات صریحہ ایست که پیغمبران ارث
میبرند و ما بعض از آنہا را ذکر میکنم
سورۂ نحل آیت ۱۶ وَوَرِثَ
سُلَیْمَانُ دَاوُدَ - یعنی ارث برد سلیمان
از داؤد که پدرش بود - سورۂ مریم آیہ ۵
فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا
يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ
وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا - زکریا پیغمبر
میگوید خدایا بمن یک فرزند بده که از من
و از آل یعقوب ارث ببرد
اینک شما میگوئید خدا را تکذیب
کنیم یا بگوئیم پیغمبر اسلام برخلاف
گفتہ ہائے خدا سخن گفته یا بگوئیم این
حدیث از پیغمبر نیست و برائے
استیصال اولاد پیغمبر پیدا شده اھ
بلفظہ (کشف الاسرار ص ۱۱۴ و ص ۱۱۵)

بیان کیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ
نے ابوبکرؓ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور
اُس سے پھر تا زیست گفتگو نہ کی (بخاری
اور مسلم اہل السنت کی بزرگ ترین کتابیں
ہیں اور یہ کلام جو ابوبکرؓ نے آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت
کیا ہے کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم
نہیں ہوتی قرآن کریم کی صریح آیات کے
مخالف ہے جن سے ثابت ہے کہ پیغمبروں
کی وراثت تقسیم ہوتی ہے مثلاً سورۂ نمل
آیت نمبر ۱۶ میں ہے کہ حضرت سلیمان اپنے
والد حضرت داؤد کے وارث ہوئے
علیہما الصلوٰۃ والسلام اور سورۃ مریم آیت
نمبر ۵ میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا اے میرے رب مجھے
اپنی طرف سے وارث عطا کر جو میرا اور
آل یعقوب علیہ السلام کا وارث ہو اور
اسے پسندیدہ بنا اب تم ہی فیصلہ کرو کہ
کیا ہم خدا تعالیٰ کی تکذیب کریں؟ یا یہ کہیں

کہ پیغمبر علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے ارشاد
کے خلاف بات کہی ہے ؟ یا یہ کہیں کہ
یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی حدیث
ہی نہیں بلکہ یہ پیغمبر کی اولاد کے استیصال
کے لیے گھڑی گئی ہے ۔

اس عبارت سے بالکل عیاں ہے کہ بخاری و مسلم کی یہ حدیث انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ خمینی صاحب کے نزدیک جعلی اور خود تراشیدہ ہے اور اس حدیث کے وضع اور تراشنے کی وجہ بھی انہوں نے بیان کر دی کہ یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اولاد کے استیصال کے لیے گھڑی گئی ہے اور یہ قرآن کریم کی آیات کے صریح خلاف ہے اور ابوبکرؓ نے قرآن کی مخالفت کا ارتکاب کیا ۔ یہ تو خمینی صاحب کا بیان ہے ان کے معتمد علیہ ملا باقر مجلسی کی گیت بھی ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں کہ ۔

چنانکہ بنائے ظلم اول ابوبکرؓ و عمرؓ گذاشتند در غصب کردن حق امامت و فدک و میراث اھ (تذکرۃ الائمۃ یا آئمہ معصومین علیہم السلام ص۵۲ طبع ایران) اور نیز لکھتے ہیں کہ

سب سے پہلے ظلم کی بنیاد ابوبکرؓ و عمرؓ نے رکھی کہ امامت ۔ فدک اور میراث کا حق غصب کیا ۔

وعلت خرابی این دین آن بود که
عمرؓ بن الخطاب مصدر خلافت شد
وغصب خلافت امیر المؤمنین نمود
وخلائق با غوائے او بگوسالۂ سامری
این امت بیعت نمودند
(ایضاً ص ۵۳)

اس دین کی خرابی کا سبب یہ ہے کہ عمرؓ
بن الخطاب خلافت کا منبع بنے اور
امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے خلافت
غصب کرلی اور لوگوں نے عمرؓ کے
بہکانے سے اس امت کے سامری
کے بچھڑے (ابوبکرؓ) کی بیعت کی۔

الجواب: اس استدلال میں جناب خمینی صاحب نے اہلِ حق اور شیعہ کے درمیان مشہور اختلافی مسئلہ کا بھدے طریقے سے تذکرہ کیا ہے اور قرآن کریم کے دو مقامات سے دھوکہ دیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت تقسیم ہوتی رہی مگر حضرت ابوبکرؓ نے صریح قرآن کریم کی مخالفت کی اور حضرت فاطمہؓ اور دیگر شرعی وارثوں کو حقِ وراثت سے محروم رکھا جب انہوں نے موجود اور رائج بین المسلمین قرآن کریم کی صراحتہً مخالفت کی ہے تو اگر حضرت علیؓ اور دیگر حضرات ائمہ کرام کے صریح نام بھی قرآن کریم میں ذکر کر دیئے جاتے تو ضرور وہ اس کی بھی مخالفت کرتے۔

پہلا مقام اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوُدَ
یعنی ارث برد سلیمان از داؤد
که پدرش بود

یعنی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اپنے والد محترم حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے وراثت لی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی وراثت تقسیم ہو سکتی ہے اور نبی وارث بھی

ہو سکتا ہے مگر اس سے خمینی صاحب اور ان کی جماعت کا استدلال باطل ہے۔

اولاً اس لیے کہ اس مقام پر وراثت سے مالی وراثت ہرگز مراد نہیں اس لیے کہ اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو مضمون یوں ہوتا وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ وَ اِخْوَتُہٗ دَاوٗدَ کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بھائی اپنے باپ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہوئے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور بھائی بھی تھے اور اگر یہ مالی وراثت ہوتی تو ان کو بھی ملتی چنانچہ اصول کافی میں ہے کہ

وکان لداؤد علیہ السلام اولاد عدۃ (اصول کافی صـ۲۷۸ جـ۱ طبع ایران)

حضرت داؤد علیہ السلام کی متعدد اولاد تھی۔

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

ہم داؤد چند فرزند داشت (حیات القلوب صـ۴۵۶ جـ۱ طبع نولکشور لکھنؤ) یعنی داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی بیٹے تھے۔ (تفسیر بیضاوی صـ۱۷۲ جـ۲ تفسیر مدارک صـ۲۰۴ جـ۲ وغیرہ اہل السنۃ والجماعت کی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انیس ۱۹ بیٹے تھے۔ اور کتب شیعہ میں بھی انیس ۱۹ کا ذکر موجود ہے (ملاحظہ ہو تفسیر عمدۃ البیان صـ۵۰۱ از سید عمار علی صاحب۔ و ترجمہ فارسی قرآن حکیم صـ۳۱۹ از مجتہد مولوی محمد حسین خوانصاری) اور شیعہ کی تاریخ ناسخ التواریخ صـ۲۷ جـ۱ میں سترہ بیٹوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ عمنون[1]۔ کالاب[2]، ابی شالوم[3]۔ ادونیا[4] سقطیا[5]۔ ایشرعم[6] (صـ۲۷ جـ۱) ساموع[7]۔ ساخوب[8]۔ ناثان[9]۔ سلیمان[10]۔ یوخابار[11]۔ الیشع[12] نفاغ[13]۔ یفیع[14]۔ الیسمع[15]۔ الیدع[16]۔ الیفلط[17] (صـ۲۸ جـ۱) اس سے بالکل واضح ہوگیا

کہ اس مقام پر وراثت مالی مراد نہیں بلکہ نبوت۔ اور علم کی وراثت مراد ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت و رسالت عطا فرمائی تھی اسی طرح ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مرحمت فرمائی تھی۔ قرآن کریم۔ حدیث شریف اور لغت عرب سے یہ ثابت ہے کہ کتاب۔ علم اور مجد و شرف کی وراثت بھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ج — پھر ہم نے کتاب۔ (یعنی قرآن کریم) کا وارث بنایا اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو جن کو ہم نے چن لیا۔

(پ ۲۲۔ الفاطر۔ رکوع ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب کی وراثت بھی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس امت مرحومہ کو آخری کتاب قرآن کریم کا وارث بنایا ہے۔ اور ایک مقام پر ارشاد ہے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ الآیۃ۔ — پھر ان کے بعد ناخلف لوگ آئے جو کتاب کے وارث بنے۔

(پ ۹۔ الاعراف۔ رکوع ۲۱)

یہاں بھی کتاب کی وراثت کا صریح ذکر موجود ہے کہ پہلے لوگوں کے بعد نااہل لوگ کتاب کے وارث بنے جنہوں نے اس کے حقوق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ اور ایک مقام پر یہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ الآیۃ (پ ۲۵۔ الشوریٰ۔ رکوع ۲) — بے شک وہ لوگ جن کو ان کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا۔

اس میں بھی تصریح موجود ہے کہ کتاب کی وراثت بھی ہوتی ہے اور پہلے لوگوں کو یہ وراثت ملی تھی۔

(۷) اور ایک جگہ یہ ارشاد ہے۔

وَاَوْرَثْنَا بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ (پ۲۴- المؤمن - رکوع ۶)	اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔

اس میں بھی کتاب کی وراثت کا صراحۃً ذکر ہے معلوم ہوا کہ جیسے مال و دولت میں وراثت چلتی ہے اسی طرح کتاب کی وراثت بھی ہوتی ہے

حدیث شریف جس طرح قرآن کریم میں کتاب میں وراثت جاری ہونے کا ذکر ہے اسی طرح حدیث شریف میں بھی علم کی وراثت کا ذکر ہے۔

حضرت کثیرؒ بن قیس حضرت ابوالدرداءؓ (عویمرؓ بن عامر الانصاری المتوفی ۳۲ھ) سے روایت کرتے ہیں وہ ایک طویل حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ارشاد بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

وان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر (رواہ احمد فی مسندہ ج۵ صـ۱۹۶ والترمذی ج۲ صـ۹۳ و	بے شک علماء حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور بے شبہ انہوں نے دینار اور درہم کی وراثت نہیں چھوڑی یقینی امر ہے کہ انہوں نے علم کی وراثت چھوڑی ہے۔ سو جس نے علم لے لیا اس نے وراثت کا کافی

ابوداؤد ص ۱۵۷/۲ وابن ماجہ ص ۲۰ والدارمی ص ۵۳ مشکوٰۃ ص ۳۴/۱ ، وجامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۳۴ وص ۳۶) اور وافر حصہ لیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صحیح وراثت علم ہے نہ کہ مال کیونکہ انہوں نے نہ تو دنانیر کی وراثت ترک کی ہے اور نہ دراہم کی ان کی وراثت صرف علمی ہے جس خوش نصیب کو وراثت حاصل ہوگئی تو اس کو بہت کچھ حاصل ہوگیا۔ خود شیعہ کی بنیادی کتاب میں ہے۔

ان الانبیاء لم یورثوا درهما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثهم (اصول کافی ص ۳۴/۱ طبع تہران)

یعنی بے شک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑی۔ انہوں نے تو اپنی احادیث (اور دین کی باتوں) کی وراثت چھوڑی ہے۔

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ (المتوفی ۸۰۷ھ) حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت یوں نقل کرتے ہیں کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العلماء خلفاء الانبیاء قلت لہ فی السنن العلماء ورثة الانبیاء رواہ البزار ورجالہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء ہیں (علامہ ہیثمیؒ کہتا ہوں کہ سنن (ابوداؤد۔ ترمذی ابن ماجہ وغیرہ) کی کتابوں میں ہے کہ علماء انبیاء

موثقون (مجمع الزوائد ص ۱۲۶ ج ۱) کے وارث ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحیح خلفاء صرف علماء ہی ہیں اور وہی ان کے اصلی وارث ہیں اور اُن کی یہ وراثت علمی ہے نہ کہ مالی۔ حضرت ابوہریرہؓ ایک دفعہ مدینہ طیبہ کے بازار سے گذرے تو فرمایا یا اھل سوق اے بازار میں کام کرنے والو .... میراث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقسم وانتم ھھنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وراثت تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں ہو؟ لوگوں نے کہا کہاں؟ فرمایا کہ مسجد میں وہ لوگ مسجد میں پہنچے تو وہاں قرآن کریم کی تلاوت اور حلال وحرام کے مسائل کے بیان کے سوا کچھ نہ تھا آخر میں ہے۔

فقال لهم ابوهريرة رضؓ ويحكم فذاك ميراث محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رواه الطبرانى فى الاوسط و اسناده حسن۔

حضرت ابوہریرہؓ نے اُن سے کہا کہ تمہارے لیے خرابی ہو یہی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وراثت ہے امام طبرانیؒ نے اس کو معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(مجمع الزوائد ص ۱۲۴ ج ۱)

ان حوالوں سے آشکارا ہو گیا کہ وراثت علمی بھی ہوتی ہے اور یہی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اصلی اور صحیح میراث ہے۔

لغت عربی جس طرح قرآن کریم اور حدیث شریف میں کتاب وعلم کی وراثت ثابت ہے اسی طرح شرافت قومی اور بزرگی کی بھی وراثت

ہوتی ہے حالانکہ یہ مال و دولت نہیں۔ چنانچہ مشہور جاہلی شاعر عمرو بن کلثوم بن مالک کہتا ہے ؎

ورثنا المجد قد علمت معدٌ   نطاعن دونہٗ حتّٰی یبینا

(سبعہ معلقہ ص۳۹)

ہم شرافت کے وارث ہوئے ہیں معد قبیلہ بخوبی جانتا ہے۔ ہم اس شرافت کو خوب واضح کرنے کے لیے لڑتے ہیں۔

الغرض وراثت کا اطلاق محض مال و دولت کی وراثت پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اس لفظ سے معنوی وراثت بھی مراد ہوتی ہے اور وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ میں نبوت و رسالت اور علم ہی کی وراثت مراد ہے لا ریب فیہ۔

وثانیاً اگر خمینی صاحب اور ان کی جماعت کو ان مذکورہ حوالوں سے اطمینان حاصل نہیں ہوتا تو ہم مجبور نہیں کرتے اور نہ دنیا میں کوئی کسی کو مجبور کر سکتا ہے، ہم نے ان کی تسلی کے لیے ان کی مستند ترین کتاب کا ایک حوالہ پہلے عرض کیا ہے۔ ایک حوالہ مزید سن لیجیے۔

اصول کافی میں شیعہ کے مشہور و معتبر راوی ابوبصیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ

فقال ابوعبد اللہ علیہ السلام	امام ابوعبداللہ (امام جعفر صادقؒ) علیہ السلام
ان داؤد ورث علم الانبیاء	نے فرمایا کہ حضرت داؤد حضرات انبیاء کے
وان سلیمان ورث داؤد	علم کے اور حضرت سلیمان حضرت داؤد کے
وان محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ	علم کے وارث ہوئے اور ہم حضرت محمد

ورث سلیمان وانا ورثنا محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وان عندنا صحف ابراھیم والواح موسٰی	کے وارث ہیں اور ہمارے پاس حضرت ابراہیم کے صحیفے اور حضرت موسیٰ کی تختیاں ہیں علی جمیعہم الصلوٰۃ والسلام

اھ (اصول کافی مع الصافی کتاب الحجہ جزء سوم صٓ ۱۵ طبع نولکشور لکھنؤ۔)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کے وارث بنے اسی طرح حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے والد محترم حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے وارث قرار پائے اور یہی علمی وراثت ان سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئی اور پھر آگے آپؐ کی یہی علمی وراثت حضرات ائمہ کرام کو حاصل ہوئی جن میں امام ابو عبداللہ امام جعفر صادقؒ بھی ہیں اور اسی وراثت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تورات کی تختیاں بھی شامل ہیں جس سے صاف عیاں ہے کہ یہ وراثت علمی ہے نہ کہ مالی اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت درہم و دینار کی نہیں ہوتی علم کی ہوتی ہے کما مرّ

الحاصل حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس علمی وراثت کے اہل اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت میں صرف حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اس لیے یہ ان کو ہی ملی اور دوسرے بھائیوں کو یہ نہ مل سکی ع۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ملا باقر مجلسی نقل کرتے ہیں کہ

وبسند معتبر از حضرت صادق منقول است کہ نبی اسرائیل از حضرت سلیمان التماس کردند کہ پسر خود را بر ما خلیفہ گرداں سلیمان فرمود او صلاحیت خلافت ندارد الخ	معتبر سند کے ساتھ جعفر صادق سے منقول ہے کہ نبی اسرائیل نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی اپنے لڑکے کو ہم پر خلیفہ مقرر کر دیں انہوں نے فرمایا کہ وہ خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

(حیات القلوب ص ۲۶۰ ج ۱ طبع نولکشور لکھنؤ)

معلوم ہوا کہ نا اہل لوگوں میں بزرگوں اور نیکوں کی خلافت و نیابت کی استعداد نہیں ہوتی۔ حالانکہ مالی وراثت تو نالائق اولاد کو بھی باقاعدہ ملتی ہے اور حرص مال نے دنیا کو پاگل بنا دیا ہے۔ آدمی کو ہوسِ زر نے کیا ہے پاگل اب کہاں سے کوئی قارون کا خزانہ ڈھونڈ لائے

دوسرا مقام

خمینی صاحب نے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے وارث طلب کیا بایں الفاظ کہ یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ آلِ یَعْقُوْبَ کہ وہ میرا بھی وارث اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان اور ان کی نسل کا بھی وارث ہو اس مقام پر بھی خمینی صاحب خود فریبی کا شکار ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی ان کے مغالطہ اور فریب کا شکار ہو جائیں مگر کوئی عقلمند ان کے دھوکے میں نہیں آئے گا اور ان کا اس مضمون سے استدلال بھی بالکل مردود ہے اس لیے کہ اس مقام میں بھی وراثت سے نبوت رسالت اور علم کی وراثت مراد ہے نہ کہ مال و دولت کی وراثت اوّلاً اس لیے کہ اہل دنیا کے نزدیک تو مال و دولت کی کوئی قدر اور وقعت ہو سکتی ہے لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم

السلام کے نزدیک مال و زر کی کیا قدر ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے مال و دولت کی فکر لاحق ہوئی کہ کہیں میرے گھر سے نکل کر رشتہ داروں کے گھر نہ پہنچ جائے یہ تو نہایت ہی پست خیال اور دنیا پرستی کا نظریہ ہے۔ وثانیاً حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور کوئی صنعتی اور مشینی دور تو تھا نہیں کہ کارخانے کے ذریعہ تھوڑے وقت میں زیادہ دولت جمع ہو جاتی اور اس کے سنبھالنے کے لیے وہ فکرمند ہوتے حضرت ابوہریرہ رض آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کان زکریا نجاراً (مسلم ج۲ ص۲۶۸) حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑھئی کا کام کرتے تھے غور فرمائیں کہ آپ نماز اور تبلیغ دین کا کام بھی کرتے تھے بڑھئی بھی تھا آری اور تیشہ چلا کر کتنی دولت جمع کی ہوگی جس کے لیے یہ فکرمند ہے کہ میری دولت رشتہ داروں کے ہاتھ نہ پڑ جائے۔ وثالثاً اگر اس مقام میں وراثت سے مالی وراثت مراد ہو تو یرثنی کہ وہ میرا وارث ہو تو بجا ہے لیکن ویرث من آل یعقوب کا کیا مطلب ہوگا؟ جب یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل بنی اسرائیل مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی تھی تو ان کی مالی وراثت حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیسے مل سکتی تھی؟ خمینی صاحب نے اپنے پیشرو رافضیوں کی طرح آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ کر سیاق و سباق اور مضمون کے اندرونی اور بیرونی قرائن اور شواہد سے بالکل اغماض کیا ہے قرآن کریم کے ان مضامین سے مالی وراثت ثابت کرنا کوہ کندن اور کاہ برآوردن کا مصداق ہے ؎

اپنی ہر بات کو تول اس میں ترّدد کیسا ۔۔۔ تیرے سینے میں ابھی دل ہے ترازو کی طرح

الحاصل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے قرآن کریم کی کسی نص اور حکم کی مخالفت نہیں کی مخالفت تو تب ہوتی کہ قرآن کریم کی آیات مذکورہ میں وراثت سے مالی وراثت مراد ہو اور حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت فاطمہؓ اور دیگر شرعی وارثوں کی حق تلفی کی ہو مگر ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوا قرآن کریم میں وراثتِ علمی کا ثبوت ہے اور حدیث میں نفی وراثت مالی کی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ نہایت ہی سطحی ذہن والا کلمہ گو یہ کہہ سکتا ہے اور روافض نے تو دل کھول کر یہ کہا ہے کہ قرآن کریم میں عمومی الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ الآیۃ (پ۴۔ النساء۔ رکوع ۲) کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے یہ حکم دیتا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم نبی اور غیر نبی سب کے لیے اور سب کی اولاد کے بارے میں ہے تو اس آیت کریمہ کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اور دیگر شرعی وارثوں کو حق ملتا ہے جب کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان کو حق ارث سے محروم کر دیا اور بخاری و مسلم کی روایت باوجود صحیح ہونے کے خبر واحد ہے تو خبر واحد سے نص قطعی کا رد یا اس کی مخالفت چہ معنیٰ دارد؟

جواب: بلاشک یہ ایک خالص علمی سوال اور اشکال ہے مگر درحقیقت اس کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے اس لیے کہ جس طرح قرآن کریم کا ہر حکم قطعی ہے اسی طرح براہ راست آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہوا

حکم بھی سننے والے کے حق میں قطعی ہوتا ہے خبر واحد وغیرہ کی بحث تو نچلے رواۃ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے حافظ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المشہور بابن القیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ۔

استدل على تخصيص عموم القرآن بخبر الواحد بتخصيص آية الميراث بقوله لا نورث ما تركناه صدقة والصديق اول من خصصه قال ابن عقيلؒ وهذه بلاهة من هذا المستدل فان الصديق لم يخصصه الا بما سمعه شفاها من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فهو قطعي وليس النزاع فيه

(بدائع الفوائد ص ۴۴ ج ۴ طبع مصر)

قرآن کریم کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص پر یوں استدلال کیا گیا کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے آیت المیراث (یوصیکم اللہ الآیۃ) کی حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ سے تخصیص کی ہے ابن عقیلؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس مستدل قائل کی نادانی ہے اس لیے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس آیت کریمہ کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے براہ راست رو در رو سنتے ہوئے ارشاد سے تخصیص کی ہے اور وہ قطعی ہے (تو قطعی کی قطعی سے تخصیص ہوئی نہ کہ ظنی سے) اور اس میں کوئی نزاع نہیں ہے

علامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبدالہادی السندھیؒ (المتوفی ۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ۔

لان الحدیث بالنظر الی من	جس نے رُو در رُو بالمشافہ آنحضرت
اخذ من فیہ صلی اللہ تعالیٰ	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث
علیہ وسلم کالکتاب	لی وہ کتاب اللہ اور حدیث متواتر کی
وکالحدیث المتواتر	طرح قطعی ہے

(سندی ہامش بخاری ص ۴۳۵ ج ۱)

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (المتوفی ۱۳۲۲ھ) ایک مسئلہ کی تحقیق میں فرماتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے جو بحضر فخر عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی زبان سے مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ سنا تھا تو اُن کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی سو جو معنیٰ انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں ہو سکتی ہے آہ (لطائف رشیدیہ ص ۸)

ان واضح حوالوں سے معلوم ہوا کہ اہل حق کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رُو در رُو سنی ہوئی حدیث قطعی ہوتی ہے تو قطعی سے قطعی کی تخصیص جائز اور درست ہے۔

مقام حیرت جناب خمینی صاحب یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ پیش کر کے حضرت فاطمہؓ اور دیگر شرعی وارثوں کا حق وراثت تلف کر دیا یعنی معاذ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ نے نصوص قرآنیہ کی مخالفت بھی کی اور حضرت فاطمہؓ وغیرہا پر ظلم بھی کیا اور بقول خمینی صاحب لا نورث الحدیث آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمودہ نہیں بلکہ جعلی اور بناوٹی ہے اور یہ حدیث

اولادِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حق تلفی کے لیے اختراع اور وضع کی گئی ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ جناب خمینی صاحب اور ان کی جماعت کے ذاکرین کا یہ باطل نظریہ ان کے خبث باطل کی پیداوار ہے اس لیے کہ یہ حدیث بخاری ص ۴۳۵ ج ۱ و ص ۹۹۵ ج ۲ اور مسلم ج ۲ ص ۹۲ میں موجود ہے اور مشہور محدث امام ابوبکر احمد بن علی بن سعید الاموی المروزیؒ (المتوفی ۲۹۲ھ) حسن سند کے ساتھ یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ سے اپنی وراثت کا حق طلب کیا۔

فقال ابوبکرؓ و عمرؓ انا سمعنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول انی لا اورث (مسند ابی بکرؓ ص ۹۴ طبع بیروت)

تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم نے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا کہ میری وراثت تقسیم نہیں کی جا سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حضرات شیخینؓ نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال انا لا نورث ما ترکنا صدقۃ (بخاری ص ۹۹۶ ج ۲)

کہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق سے ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

بے شک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم قال لا تقتسم ورثتي
دینارا ما ترکت بعد نفقة
نسائي ومؤنة عاملي
فهو صدقة (بخاری ص ۹۹۶ ج ۲)

وسلم نے فرمایا کہ میرے وارث دینار تقسیم
نہیں کر سکتے جو کچھ میں نے ترک کیا ہے
وہ میری ازواج اور خلیفہ کے مصارف
کے بعد صدقہ ہوگا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صرف حضرت ابوبکرؓ نے ہی عدم تقسیم وراثت کی حدیث نہیں سُنی بلکہ حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ نے بھی سُنی ہے مزید سُنیئے حضرت عمرؓ کی خلافت میں جب حضرت علیؓ حضرت عباسؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بطور وفد کے حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

انشدكم بالله الذي باذنه
تقوم السماء والارض هل
تعلمون ان رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم
قال لا نورث ما تركنا صدقة
يريد رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم نفسه قال
الرهط قد قال ذلك فاقبل
عمرؓ على عليؓ وعباسؓ
فقال انشدكما بالله هل

میں تمہیں اس خدا کی قسم دیکر تم سے
سوال کرتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و
زمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
وراثت تقسیم نہیں ہوگی جو میں نے چھوڑا
وہ صدقہ ہوگا؟ تو جماعت نے کہا کہ بلاشبہ
آپ نے یہ کہا ہے پھر حضرت عمرؓ حضرت
علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے
اور فرمایا کہ میں تم سے اللہ تعالیٰ کی قسم
دیکر پوچھتا ہوں کیا یہ بات آپؐ نے

تعلمان انّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد قال ذالک
فرمائی ہے۔ دونوں نے کہا ہاں فرمائی ہے۔

قالا قد قال ذالک الحدیث

(بخاری ص ۴۳۶ ج ۱ و ص ۵۷۵ ج ۲ و ص ۹۹۶ ج ۲ و مسلم ص ۹۰ ج ۲ و ترمذی ص ۱۹۴ ج ۱)

اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ حدیث لا نورث ما ترکنا صدقۃ کو وہ تمام حضرات تسلیم کرتے ہیں جن میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ وغیرہ دیگر حضرات بھی شامل ہیں خمینی صاحب کا یہ کہنا کہ وایں کلام ابوبکرؓ کہ بہ پیغمبر اسلام نسبت دادہ مخالف آیات صریحہ است الخ جہالت اور غفلت اور تعصب پر مبنی ہے کیونکہ یہ تمام مذکورین حضرات اس نسبت میں شریک ہیں تنہا حضرت ابوبکرؓ ہی نہیں اور جس طرح بقول خمینی صاحب حضرت ابوبکرؓ نے اولاد رسول کی حق تلفی کے لیے اس حدیث کا سہارا لیا حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے بھی ان کی سو فیصد تصدیق کی اور وہ بھی اس جرم میں شامل ہو گئے۔ سو جو جرم حضرت ابوبکرؓ کا ہے بشمولیت بقیہ حضرات کے وہ ان دونوں کا بھی ہے

ع این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند۔

وثانیاً اگر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو بنو نضیر فدک اور خیبر وغیرہ کی زمینیں جن میں کھجوریں وغیرہ تھیں وراثت میں نہیں دیں تو ان کا یہ فیصلہ مذہب شیعہ کے عین مطابق ہے پھر حضرت ابوبکرؓ پر الزام و اعتراض کا کیا مطلب؟ اہل علم جانتے ہیں کہ جس طرح اہل السنت والجماعت کے ہاں قرآن کریم کے بعد چھ کتابیں بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ اصحاح ستہ

کہلاتی ہیں اور بیشتر دینی مسائل کا مدار ان پر ہے اسی طرح شیعہ کے نزدیک چار کتابیں ہیں جن کو وہ اصول اربعہ کہتے ہیں۔

(١) الجامع الکافی مؤلفہ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی (المتوفی ٣٢٨ھ)

(٢) من لا یحضرہ الفقیہ مؤلفہ الشیخ الصدوق محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی المتوفی ٣٨١ھ)

(٣) الاستبصار مؤلفہ شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی (المتوفی ٤٦٠ھ)

(٤) تہذیب الاحکام " " " " " " " " "

اور شیعہ کی ان چاروں کتابوں میں تصریح ہے کہ عورتوں کو وراثت میں زمین سے کچھ بھی نہیں ملتا

١ فروع کافی میں مستقل باب ہے۔

باب ان النساء لا یرثن من العقار شیئاً

یعنی یہ باب ہے اس میں یہ بیان ہوگا کہ عورتیں زمین کی وراثت نہیں لے سکتیں۔

اور پھر اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال النساء لا یرثن من الارض ولا من العقار شیئاً

امام ابو جعفر (محمد باقرؒ) علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتوں کو زمین کی وراثت کچھ نہیں ملتا۔

(فروع کافی ص ١٢٧ ج ٧ طبع ایران)

اور حاشیہ میں لکھا ہے العقار بالفتح الارض والضیاع والدار۔

یعنی عقار کا لفظ فتح سے ہے اور اس کا معنیٰ زمین ضیاع ضائع ہونیوالی چیزیں اور گھر ہے۔

٢ شیعہ کے مستند راوی میسّر سے روایت ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ عن النساء ما لھن من المیراث فقال لھن قیمۃ الطوب والبناء والخشب والقصب فاما الارض والعقارات فلا میراث لھن فیہ (من لا یحضرہ الفقیہ ص۳۴۷ ج۴ طبع تہران) الطوب بالضم الاجر بلغۃ اھل مصر (الصحاح) حاشیہ فروع کافی ص۱۲۸ ج۷) یعنی طوب کے معنی اینٹیں ہیں۔

کریں نے امام ابو عبد اللہ (جعفر صادقؒ) علیہ السلام سے سوال کیا کہ عورتوں کو وراثت میں کیا ملتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اینٹوں عمارت لکڑی اور کانوں کی قیمت ملتی ہے باقی رہی زمین تو اس سے عورتوں کو وراثت میں کچھ بھی نہیں ملتا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات ازواج مطہراتؓ کو رہائش کے لیے جو حجرے تعمیر کروا کر دیے تھے ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ حضرات ازواج مطہراتؓ کی ملکیت میں تھے یا صرف رہائش کے لیے تھے (دیکھیے فتح الباری اور وفاء الوفاء وغیرہ) کچھ بھی ہو وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت میں نہ تھے لہذا ان کی اینٹوں لکڑیوں اور کانوں کی وراثت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور شیعہ کا واویلا بھی خیبر فدک اور بنو نضیر کی زمینوں اور باغات کے بارے سے ہے اور وہ ان کے اصول کے مطابق بھی وراثت کے طور پر عورتوں کو نہیں مل سکتے۔

۳۔ زرارہ اور محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ

عن ابی جعفر علیہ السلام قال النساء لا یرثن من الارض ولا من العقار شیئاً	امام ابوجعفر (محمد باقر رح) علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتوں کو وراثت میں زمین سے کچھ بھی نہیں ملتا۔

(الاستبصار ص۱۵۲ ج۴ طبع تہران)

۴ اور اسی سند سے بعینہا یہی الفاظ تہذیب الاحکام ص۲۹۸ ج۹ طبع تہران میں مذکور ہیں جب شیعہ کے اصول اربعہ کے ان صریح حوالوں کے مطابق عورتوں کو زمین سے کچھ بھی بطور وراثت نہیں ملتا تو انصاف سے بتائیں (اگر شیعہ کے نزدیک انصاف نامی کوئی چیز ہے) کہ حضرت ابوبکر رض نے فدک اور بنو نضیر وغیرہ کی زمینیں اگر حضرت فاطمہ رض کو نہیں دیں تو کیا ظلم کیا ہے؟ علاوہ ازیں سوال یہ ہے کہ حضرت علی رض بھی تو تقریباً چار سال نو ماہ خلیفہ رہے تھے کیا انہوں نے خیبر فدک اور بنو نضیر وغیرہ کی زمینیں حضرت فاطمہ رض کی نسل میں سے اس وقت موجود وارثوں کو دے دی تھیں؟ اگر دی تھیں تو اس کا معقول اور قابل تسلیم تاریخی حوالہ درکار ہے اور اگر حضرت علی رض نے اپنے دور خلافت میں وہ زمینیں مزعوم شرعی وارثوں کو واپس نہیں کی تھیں تو اس ظلم میں وہ بھی برابر کے شریک ہیں۔

قابل توجہ امر

قارئین کرام یہ پڑھ چکے ہیں کہ جناب خمینی صاحب نے اپنے پیشرو متعصبین رافضہ کی تقلید کرتے ہوئے حضرت ابوبکر رض پر قرآن کریم کی مخالفت اور اولاد رسول کی حق تلفی کا جو اعتراض کیا تھا وہ بالکل بے وزن اور نرے تعصب کی پیداوار ہے البتہ اس واقعہ میں جو قابل توجہ بات ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر رض نے حدیث لا نورث ما

ترکہ صدقہ کے مطابق حضرت فاطمہؓ کو وراثت کا حق نہ دیا۔

فغضبت فاطمةؓ بنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فهجرت ابابکرؓ فلم تزل مهاجرته حتّٰی توفیت وعاشت بعد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ستة اشهر الحدیث	تو حضرت فاطمہؓ ناراض ہوگئیں اور ابوبکرؓ سے تا وفات رابطہ توڑ دیا اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

(بخاری ص ۴۳۵/۱ و ص ۶۰۹/۲)

اور ایک روایت یوں ہے۔

فهجرته فاطمةؓ فلم تکلمه حتّٰی ماتت۔ (بخاری ص ۹۹۶/۲)	کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے تادم وفات کلام نہیں کیا۔

اور ایک اور روایت اس طرح ہے۔

فوجدت فاطمةؓ علی ابی بکرؓ فی ذالک قال فهجرته فلم تکلمه حتّٰی توفیت وعاشت بعد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ستة اشهر (مسلم ص ۹۱/۲)	کہ حضرت فاطمہؓ اس سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں اور تا زلیست ان سے گفتگو نہیں کی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے تازیست ناراض ہوگئیں تھیں اور ان سے گفتگو تک نہیں کی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان پہ ظلم کیا تھا

الجواب: بہ سطحی نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ حضرت ابوبکرؓ کی زیادتی اور حضرت فاطمہؓ کی مظلومیت واضح کرتے ہیں اور اس سے شیعہ کی تائید ہوتی ہے مگر غائر نگاہ اور بصیرت سے کام لیا جائے تو حضرت ابوبکرؓ پہ کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا اولاً اس لیے کہ حضرت ابوبکرؓ نے پیغمبر معصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث پیش کی تھی جس کو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ بھی تسلیم کرتے تھے تو اس میں اگر حضرت فاطمہؓ جو معصوم نہ تھیں انسانی جذبات سے متاثر ہو کر ناراض ہوئیں تو اس میں حضرت ابوبکرؓ کا کیا قصور ہے؟ ایک طرف پیغمبر معصوم کا ارشاد ہے اور دوسری طرف غیر معصوم کی رائے اور ذاتی اجتہاد ہے حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان اور حکم کے پابند اور مکلف تھے غیر معصوم کی رائے کی پابندی ان پہ لازم نہ تھی وثانیاً اگر حضرت ابوبکرؓ کی بجائے اہل بیت میں سے کوئی بزرگ اس منصب پہ فائز ہوتا تو اس کا بھی وہی فیصلہ ہوتا جو حضرت ابوبکرؓ کا تھا۔ حافظ ابوالفداء عماد الدین اسماعیلؒ بن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

قال زید بن علی بن الحسین	کہ امام زیدؒ بن علیؒ بن الحسینؓ بن علیؓ
بن علی بن ابی طالب اما لو کنت	بن ابی طالب نے فرمایا کہ اگر حضرت
مکان ابی بکرؓ لحکمت	ابوبکرؓ کی جگہ میں خلیفہ ہوتا تو فدک (وغیرہ)

بما حکم به ابوبکرؓ فی فدک (البدایۃ والنہایۃ ص۲۹۰ ج۵)

کے بارے میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکرؓ نے کیا ہے۔

اگر معاذ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ کا یہ فیصلہ ظلم پہ مبنی تھا تو بصورت اقتدار یہی ظالمانہ فیصلہ اہل بیت کے برگزیدہ امام حضرت زیدؒ بن علیؒ کا بھی ہوتا تو ایسے موقع پہ اگر بالفرض حضرت فاطمہؓ زندہ ہوتیں تو حضرت امام زیدؒ بن علیؒ سے ان کا معاملہ اور سلوک کیا ہوتا؟ پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت فاطمہؓ خود امیر اور دولتمند تھیں ان کو وراثت کا حصہ طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی انہیں معلوم تھا کہ ان کی زندگی اب بالکل تھوڑی سی ہے اور اپنی جائداد میں بھی انہوں نے وہی فیصلہ کیا جو خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے کیا تھا چنانچہ کافی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات گاؤں حضرت فاطمہؓ کو بلا شرکت غیرے دیے تھے جن کے نام یہ ہیں دلال۔ عفافؔ، حسنیٰؔ۔ صافیہ، مال ام ابراہیم، مبیتؔ اور برقہ ان گاؤں کے بارے میں جب حضرت عباسؓ نے میراث کا دعویٰ کیا تو حضرت فاطمہؓ نے ان کو کچھ بھی نہ دیا اور وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکرؓ نے فدک وغیرہ کے بارے میں دیا تھا کہ یہ وقف ہیں اور ان میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی اور حضرت علیؓ نے گواہی دی کہ واقعی یہ گاؤں حضرت فاطمہؓ پہ وقف ہیں اور ان سات گاؤں کے متعلق حضرت فاطمہؓ نے ایک وصیت نامہ لکھ کر دیا کہ میرے بعد حضرت علیؓ ان پہ قابض رہیں ان کے بعد حضرت حسنؓ پھر حضرت حسینؓ پھر جو حضرت حسینؓ کی اولاد میں بڑا ہو وہ حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کی اس پہ گواہی ہے اور حضرت علیؓ

کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ وصیت نامہ فروع کافی (جلد سوم کتاب الوصایا صہ ۴۸) میں موجود ہے

اس سے ایک[1] بات تو یہ ثابت ہوئی کہ حضرت فاطمہؓ سات گاؤں کی مالکہ تھیں اور دوسری[2] بات یہ ثابت ہوئی کہ حضرت عباسؓ کو وراثت سے محروم کرنے کے بارے انہوں نے وہی جواب دیا جو حضرت ابو بکرؓ نے دیا تھا اور تیسری[3] یہ ثابت ہوئی کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت حسنؓ کی اولاد اور نیز حضرت حسینؓ کی چھوٹی اولاد کو حق وراثت سے محروم کر دیا اور اہل بیت کی حق تلفی کا جو مزعوم حکم حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ نے صادر کیا تھا بعینہٖ وہی حضرت فاطمہؓ نے بھی صادر کیا اور معاذ اللہ تعالیٰ وہ بھی ظالموں کی فہرست میں شامل ہو گئیں ؏

حقیقت کھل کے رہتی ہے بہر طور زباں چپ ہو تو چہرہ بولتا ہے

وثالثاً[3] ان روایات اور احادیث کی ایک مناسب تاویل اور توجیہہ بھی ہو سکتی ہے جس سے حضرت فاطمہؓ کی پوزیشن بھی بالکل صاف رہتی ہے اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور کسی صحابی پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اسے کیوں نہ قبول کر لیا جائے کہ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکری۔

مشہور محدث و مورخ امام الحافظ العلامۃ الاخباری الثقہ (راجع تذکرۃ الحفاظ صہ ۹ ج ۲) عمر بن شبہؒ بن عبیدہؒ (المتوفی ۲۶۲ ھ) کے حوالے سے حضرت معمرؒ سے یہ روایت منقول ہے کہ

فلم تکلمہ فی ذالک المال وکذا نقل الترمذیؒ عن بعض مشائخہ معنیٰ

حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے اس مال کے بارے پھر کوئی گفتگو نہیں کی اور اسی طرح امام ترمذیؒ نے اپنے بعض

قول فاطمةؓ لابی بکرؓ وعمرؓ لا اکلمکما فی ھذا المیراث اھ (فتح الباری ص ۲۰۲ ج ۶)

مشائخ نے نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ اس میراث کے بارے ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

اور مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابوبکرؓ سے صحیح اور صریح حدیث سن کر حضرت فاطمہؓ نے تادم زیست طلب وراثت کا معاملہ ترک کر دیا اور پھر اس سلسلہ کی کوئی گفتگو ان سے نہیں کی اور یہی ان کے حال اور شان کے لائق بھی ہے کیونکہ ان حضرات کے ہاں دین دنیا سے مقدم ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ حدیث سنائی تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ

انت وما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (البدایۃ والنہایۃ ص ۲۹۰ ج ۵)

آپ جانیں اور جو کچھ آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ یعنی اپنی معلومات کے مطابق عمل کریں۔

امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النوویؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ

وانها لما بلغها الحدیث و بین لها التاویل ترکت رأیها ثم لم یکن منها ولا من احد من ذریتها بعد ذالک طلب المیراث ثم ولی علیؓ علی الخلافة فلم یعدل بها عما فعلہ ابوبکرؓ وعمرؓ

حضرت فاطمہؓ کو جب حدیث لانورث پہنچ گئی اور اس کا مطلب بھی ان پر واضح ہوگیا تو انہوں نے اپنی رائے ترک کر دی پھر خود انہوں نے اور ان کی اولاد میں سے کسی نے طلب وراثت کا مسئلہ نہیں اٹھایا پھر جب حضرت علیؓ خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے بھی حضرت

(شرح مسلم ص۹۰ ج۲) ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فیصلے سے روگردانی نہیں کی۔

اور ترک تکلم کے بارے تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وقوله في هذا الحديث فلم تكلمه يعني في هذا الامر ولا نقباضها لم تطلب منه حاجة ولا اضطرت الى لقائه فتكلمه ولم ينقل قط انهما التقيا فلم تسلم عليه ولا كلمته (شرح مسلم ص۹۰ ج۲)

رہا راوی کا یہ قول کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ طلب وراثت کے سلسلہ میں کوئی گفتگو نہیں کی یا یہ کہ طبیعت منقبض ہونے کی وجہ سے ان سے کسی حاجت کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ان کی ملاقات کی مجبوری پیش آئی تاکہ وہ ان سے کلام کرتیں اور یہ کہیں بھی منقول نہیں کہ دونوں کی ملاقات ہوئی ہو اور حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو سلام نہ کیا ہو اور گفتگو نہ کی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ کی وفات ۳ رمضان ۱۱ھ میں ہوئی (نووی شرح مسلم ص۹۱ ج۲) اگر اس مختصر عرصہ میں حضرت فاطمہؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات کی ضرورت پیش نہ آئی ہو تو اس میں کونسا استبعاد ہے! ان کے جنازہ پڑھانے کے بارے اختلاف ہے مسلم ص۹۱ ج۲ کی روایت میں ہے صلی علیہا علیؓ اور اکمال ص۶۱۳

میں ہے صلی علیھا العباسؓ اور طبقات ابن سعد صفحہ ۱۹/۸ میں ہے کہ

صلّی ابوبکرؓ علیٰ فاطمۃؓ — حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کا جنازہ

فکبر علیھا اربعاً — پڑھایا اور جنازے میں چار تکبیریں پڑھیں

مسلم کی روایت کے پیش نظر اگر حضرت علیؓ ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ہو تو حضرت ابوبکرؓ کی جنازہ میں شرکت کی نفی نہیں ہوتی یہ الگ بات ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی کبرسنی مصروفیت اور رات ہونے کی وجہ سے حضرت علیؓ نے پہلے ان کو جنازہ کی اطلاع اور تکلیف نہ دی ہو اور جلد دفن کرنے کی احادیث بھی ان حضرات کے سامنے تھیں اور ان پہ ان کا عمل تھا۔

ورابعاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابتدائی مرحلہ میں حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے رنجیدہ تھیں تو یہ بھی ثابت ہے کہ آخر میں ان سے راضی ہو گئی تھیں اور کلام نہ کرنے کا معاملہ پہلے دور کا ہے نہ کہ بعد کا حافظ ابن کثیرؒ اپنی سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ امام شعبیؒ نے فرمایا کہ

لما مرضت فاطمۃؓ اتاھا — جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت

ابوبکر الصدیقؓ فاستأذن — ابوبکرؓ ان کے پاس گئے اور ان سے

علیھا فقال علیؓ یا فاطمۃؓ — اجازت طلب کی حضرت علیؓ نے فرمایا اے

ھذا ابوبکرؓ یستأذن علیکِ — فاطمہؓ! یہ ابوبکرؓ اندر آنے کی اجازت

فقالت اتحب ان اٰذن لہٗ — مانگتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ پسند

قال نعم فاذنت لہٗ فدخل — کرتے ہیں کہ انہیں اجازت دوں فرمایا ہاں

علیھا یترضاھا فقال واللہ — تو انہوں نے اجازت دی اور وہ داخل ہوئے

ما ترکت الدار والمال والاهل الا ابتغاء مرضاة الله ومرضاة رسوله ومرضاتکم اهل البیت ثم ترضاها حتیٰ رضیت و هذا اسناد جید قوی والظاهر ان عامر الشعبی سمعه من علیؓ او ممن سمعهٗ من علیؓ الخ

(البدایة والنهایة ص۲۹۰ ج۵)

اور ان کو راضی کرنے لگے فرمایا بخدا میں نے گھر مال اور خاندان صرف اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اہل بیت کی رضا کی خاطر ترک کیا ہے پھر ان کو راضی کیا اور وہ راضی ہو گئیں اس کی سند جید اور قوی ہے اور ظاہر ہے کہ امام عامر شعبیؒ نے خود یہ حضرت علیؓ سے سُنی یا اُن سے سُنی جنہوں نے حضرت علیؓ سے سُنی

حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس روایت کا حوالہ دیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ

فترضاها حتیٰ رضیت وهو وان کان مرسلاً فاسناده الی الشعبیؒ صحیح وبه یزول الاشکال فی جواز تمادی فاطمة علیها السلام علی هجر ابی بکرؓ

(فتح الباری ص۲۰۲ ج۶)

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو راضی کیا سو وہ راضی ہو گئیں یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر اس کی سند شعبیؒ تک صحیح ہے اور اس سے حضرت فاطمہؓ کے حضرت ابوبکرؓ سے دیر تک ترک کلام کا اشکال رفع ہو گیا

اور علامہ عینیؒ نے بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

ثم ترضاها حتیٰ رضیت

(عمدة القاری ص۲۰ ج۱۵)

پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو راضی کیا سو وہ راضی ہو گئیں۔

جمہور محدثین کرامؒ کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے (تدریب الراوی صـ۱۲۰ وصـ۱۲۳م) جس طرح حضرت فاطمہؓ کے حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہونے کا تذکرہ کتب اہل السنّت والجماعت میں سے ہے اسی طرح شیعہ کی کتابوں میں بھی ہے۔

چنانچہ مشہور شیعی مجتہد اور محقق علامہ ابن میثم بحرانی لکھتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے فدک وغیرہ کی وراثت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ۔

كان رسول الله تعالى عليه وسلم يأخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله ولك على الله حق ان اصنع بها كما كان يصنع فرضيت بذلك واخذت العهد عليه به وكان يأخذ غلتها فيدفع اليهم ما يكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعده كذلك الى ان ولي معاوية رض (شرح نهج البلاغة صـ۵۴۳ ابن میثم بحرانی طبع ایران)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدک کی آمدنی سے تمہارا اہل بیت کا خرچ الگ کر لیتے تھے اور باقی مسکینوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور اسی سے جہاد کے لیے سواریاں خرید لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے آپ کا مجھ پر حق ہے میں ویسا ہی کروں گا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے

حضرت فاطمہؓ اس پر راضی ہو گئیں اور حضرت ابوبکرؓ سے اس کا عہد لیا اور وہ فدک کی آمدنی اہل بیت کو اتنا دیدیتے جو ان کو کافی ہو جاتا اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے دور تک تمام خلفاء ایسا ہی کرتے رہے

خمس کا مسئلہ

خمینی صاحب نے حضرت ابوبکرؓ کو معاذ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کا صریح مخالف بتانے اور جتانے کے لیے اپنی کتاب کشف الاسرار ص۱۱۶ و ص۱۱۷ میں یہ لکھا ہے کہ سُنی اور شیعہ سبھی اس امر پر متفق ہیں کہ مال خمس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذوی القربیٰ پر تقسیم ہوتا تھا اور قرآن کریم میں دسویں پارے کی پہلی آیت کریمہ میں خمس کا ذکر ہے کہ اس کے مصارف میں ذوی القربیٰ بھی ہیں مگر۔

ابوبکرؓ خمس را از بنی ہاشم منع کرد و	ابوبکرؓ نے خمس بنو ہاشم سے روک دیا
این مطلب پیش عامہ و خاصہ	اور یہ بات سُنیوں اور شیعوں سب کے ہاں
معلوم و واضح است و آن مخالف	معلوم اور ان پر بالکل واضح ہے اور ان کی
است با صریح قرآن	یہ کارروائی قرآن کریم کے صریح حکم کے
(کشف الاسرار ص۱۱۶)	مخالف ہے۔

فائدہ: شیعہ کی یہ خانہ ساز اصطلاح ہے کہ وہ سُنیوں کو عامہ اور شیعہ کو خاصہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

خمینی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے خیبر کے خمس کا مطالبہ کیا تو انہوں نے نہ دیا اور اس وجہ سے حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں اور تا زیست ان سے گفتگو نہ کی اور لکھتے ہیں کہ یہ بات بخاری باب غزوۂ خیبر میں موجود ہے (بخاری ص ۶۰۹/۲)

الجواب: مشہور محاورہ ہے کہ بھینگے کو ایک کے دو نظر آیا کرتے ہیں یہی حال جناب خمینی صاحب کا ہے جو دینی، عقلی اور دماغی طور پر بھینگے ہیں کہ اسی

وراثت کے ایک واقعہ کو وہ دو قرار دیتے ہیں ایک کو منع وراثت کا اور دوسرے کو منع خمس کا عنوان دیکر حضرت ابوبکرؓ پر مطاعن میں اضافہ کرتے ہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مال بنو نضیر، خیبر اور فدک وغیرہ سب ایک ہی مد کی اشیاء ہیں۔ اور اس کا مفصل جواب پہلے عرض کر دیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے وراثت کیوں نہیں دی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ

ان فاطمۃؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارسلت الی ابی بکرؓ تسئلہ میراثھا من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک وما بقی من خمس خیبر الحدیث (بخاری ص ۶۰۹ ج ۲)	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کو مدینہ فدک اور خیبر کا جو مال فئے اور غنیمت کے طور پر دیا تھا اس سے میری وراثت کا حصہ دیں۔

اور بخاری ص ۴۳۶ ج ۱ میں من مال النضیر اور بخاری ص ۵۷۵ ج ۲ میں فی التی افاء اللہ علی رسولہ من بنی النضیر کے الفاظ موجود ہیں اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے بھی انہی اموال کا مطالبہ کیا تھا کہ ان کی تولیت ان کے سپرد کر دی جائے۔ ان صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے خیال سے میراثھا اپنی وراثت کے حصے کا مطالبہ کیا تھا عام اس سے کہ وہ مدینہ طیبہ میں بنو نضیر کے متروکہ مال سے متعلق ہو یا فدک اور خیبر سے مگر

خمینی بھینگے نے لفظ میراثھا کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر لیا ہے اور حدیث میں ایک جگہ سے لفظ لا نورث اچک لیا ہے اور دوسری جگہ سے ما بقی من خمس غیر لے اڑا ہے اور اپنے بھینگر پن سے ایک ہی حقیقت اور معاملہ کے دو بنا ڈالے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ پر اعتراضات کا ایک نمبر بڑھایا ہے مگر قربان جائیں حضرت ابوبکرؓ کے حوصلہ پہ ؎

حوصلہ چاہیئے مصائب میں　　　آندھیوں سے پہاڑ ہلتے ہیں

مؤلفۃ القلوب

جناب خمینی صاحب، نے معاذ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی کو مخالف قرآن کریم بنانے کے سلسلہ میں تیسرا شوشہ یہ چھوڑا ہے کہ قرآن کریم میں مصارف زکوٰۃ میں ایک مصرف وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ بھی ہے مگر ابوبکرؓ نے عمرؓ کے حکم سے اس مصرف کو ساقط کر دیا ہے اور سنیوں میں ابھی تک اس اسقاط کا حکم برقرار ہے اور اس پر فقہ حنفی کی مشہور کتاب قدوری کی شرح الجوھرۃ النیرۃ کا حوالہ بھی وہ دیتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے سل مل کر یہ سازباز کی اور لکھتے ہیں کہ

والمؤلفة قلوبهم را از سهم زکوٰۃ اسقاط کرد واین مخالف صریح قرآن است　　　ابوبکرؓ نے مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ کے حصہ سے ساقط کر دیا اور یہ کاروائی قرآن کریم کی صراحتاً مخالفت ہے۔

(کشف الاسرار ص ۱۱۷)

الجواب:- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں کفار کو اسلام کی طرف مائل کرنے اور ان کی شر سے بچنے کے لیے انہیں تالیف قلب

کے لیے زکوٰۃ سے کچھ مال دیا جاتا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور کفر و شرک کو مغلوب و مقہور کیا تو حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں یہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا (تفسیر ابن جریر صہ ۱۶۳/ج ۱۰ واحکام القرآن للجصاص صہ ۱۲۴/ج ۳) خمینی صاحب کا حضرت ابوبکرؓ پر اس سلسلہ میں مخالفتِ قرآن ہونے کا اعتراض بالکل باطل ہے اولاً اس لیے کہ اس کارروائی میں تمام صحابہ کرامؓ شامل اور شریک تھے چنانچہ علامہ محمود آلوسیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ

وفی الهداية ان هذا الصنف من الاصناف الثمانية قد سقط وانعقد اجماع الصحابة رض علی ذالك فی خلافة الصديق رضی الله تعالیٰ عنه الیٰ ان قال ولم ينكر عليه احد من الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم مع احتمال ان فيه مفسدة كارتداد بعض منهم واثارة ثائرة اھ

ہدایہ میں ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف کی آٹھ قسموں میں سے یہ قسم ساقط ہو گئی ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اس پر حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع منعقد ہو گیا ہے (پھر آگے فرمایا) حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا حالانکہ مؤلفۃ القلوب میں سے بعض کے مرتد ہونے اور فتنہ برپا ہونے کا احتمال تھا۔

(روح المعانی صہ ۱۲۲/ج ۱۰)

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ حضرات صحابہ کرامؓ

کے بلا نکیر اجماع سے ساقط ہوا ہے جن میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں تو جناب خمینی صاحب کی خانہ ساز منطق کے رو سے حضرت علیؓ بھی صریح قرآن کے مخالف قرار پائے۔ وثانیاً اس لیے کہ شیعہ کے مستند مفسر الشیخ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی لکھتے ہیں کہ

ثم اختلف فی هذا السهم هل هو ثابت بعد النبی (صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) ام لا؟ فقیل هو ثابت فی کل زمان عن الشافعیؒ واختاره الجبائی وهو مروی عن ابی جعفرؒ الا انه من شرطه ان یکون هناك امام عادل یتألفهم علی ذلك به اھ (تفسیر مجمع البیان ص ۸۵ ج ۱۰ طبع ایران)

پھر اس حصہ میں اختلاف ہے کہ کیا یہ حصہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ثابت اور باقی ہے یا نہیں؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ہر زمانہ میں باقی ہے امام شافعیؒ سے یہ روایت ہے اور جبائی (معتزلی) نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی قول امام ابو جعفرؒ سے مروی ہے مگر انہوں نے اس حصے کے باقی رہنے کی یہ شرط لگائی ہے کہ امام عادل ہو جو اس طریقہ سے لوگوں کے دلوں کی تالیف کر سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو جعفرؒ بھی جن کی طرف منسوب باتوں پر شیعہ مذہب کی دار و مدار ہے اور جن کی فقہ جعفریہ کے نفاذ کے لیے شیعہ بڑے کوشاں اور بیتاب ہیں اس کے قائل ہیں اور یہی اُن سے مروی ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ اس شرط پر باقی ہے کہ امام عادل ہو جو غیر مسلموں کو تالیف

کے لیے دیے اور مشہور علمی مقولہ ہے کہ اضافات المشروط فات المشروط جب شرط نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جاتا تو گویا حضرت امام ابو جعفرؒ کے نزدیک بھی جب امام عادل نہ ہو تو مؤلفۃ القلوب کا حصہ باقی نہیں رہتا یعنی بقول جناب خمینی صاحب حضرت ابوبکرؓ نے اسلام کے غلبہ کو علت قرار دیکر اسے ساقط کر دیا اور حضرت امام ابو جعفرؒ نے اسکی بقار کو امام عادل کے ساتھ مشروط کر دیا حالانکہ بظاہر قرآن کریم میں نہ تو غلبۂ اسلام کی قید مذکور ہے اور نہ امام عادل کی شرط موجود ہے تو جس طرح بخیال جناب خمینی صاحب حضرت ابوبکرؓ نے صریح قرآن کی مخالفت کی ہے۔ بعینہا اسی طرح حضرت امام ابو جعفرؒ نے بھی کی ہے یعنی سہ

تھیں میری اور رقیب کی راہیں جدا جدا ۔۔۔ آخر کو ہم دونوں درِ جاناں پہ جا ملے

خمینی صاحب کی حضرت عمرؓ کے خلاف ہرزہ سرائی

بزعم فاسد خویش جناب خمینی صاحب نے تین چیزوں میں حضرت ابوبکرؓ کو قرآن کریم کا مخالف گردانا ہے جس کی بقدر ضرورت تشریح آپ پڑھ چکے ہیں اب حضرت عمرؓ کے بارے بھی ان کے اعتراضات یا معاذ اللہ تعالیٰ بزعم او قرآن کریم کی مخالفت ملاحظہ کریں خمینی صاحب حضرت عمرؓ کو چار مواقع میں قرآن کریم کا مخالف بتاتے ہیں بلکہ برروز بناتے ہیں۔ اوّل لکھتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا تمام مسلمانوں کے اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشروع تھا اور آپؐ کی وفات تک باقی رہا اور اس کا کوئی ناسخ نہیں اہل بیت اور سُنیوں کی متواتر اخبار سے اس کا ثبوت ہے اور صحیح مسلم میں جابرؓ بن عبداللہؓ سے چند اسانید کے ساتھ مروی ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دور میں متعہ کیا تا آنکہ عمرؓ نے اس سے منع کیا اور
یہ بات استفاضہ کے ساتھ منقول ہے کہ عمرؓ نے منبر پر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعۃ الحج اور متعۃ النساء ہوتے تھے اور میں منع کرتا ہوں
اب اگر کسی نے ایسا کیا تو میں سزا دوں گا آگے لکھتے ہیں۔

این حکم مخالفت با قرآن است — کیونکہ قرآن میں آتا ہے
فَمَا اسْتَمْتَعْتُم مِنْهُنَّ — پس وہ عورتیں جن سے تم (جنسی) فائدہ
فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ۔ — اٹھاؤ تو ان کے مہر ان کو دیدو

اور طبری نے ابیؓ بن کعب ابن عباسؓ سعیدؒ بن جبیر سُدیؒ سے یہ نقل کیا ہے
اور اس جماعت کے بہت سے معتبر حضرات سے اور ابن مسعودؓ سے بھی منقول
ہے کہ اس آیت میں عورتوں سے متعہ مراد ہے اور خود عمرؓ کو بھی اقرار تھا کہ یہ معاملہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں ہوتا تھا (محصلہ کشف الاسرار ص۱۱۷ و ص۱۱۸)

الجواب:- خمینی صاحب کے پہلے اعتراض سے معلوم ہوچکا ہے کہ وہ دماغی بیمار
ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقلی اندھے بھی ہیں۔ اولاً اس لیے کہ ان کو
ابتدائے اسلام میں جواز متعہ پر مسلمانوں کا اتفاق تو نظر آگیا ہے لیکن اس کی نسخ اور
نہی پر اجماع و اتفاق نظر نہیں آیا۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ

ووقع الاجماع بعد ذلك على
تحريمها من جميع العلماء
الا الروافض وكان ابن عباسؓ
يقول باباحتها وروي عنه

اس کے بعد روافض کے علاوہ باقی تمام
علماء اسلام کا متعہ کے حرام ہونے پر اجماع
ہوچکا ہے حضرت ابن عباسؓ متعہ کی اباحت
کے قائل تھے اور ان سے رجوع بھی

انہ رجع عنہ (شرح مسلم ص۴۵۱ ج۱) مروی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام اہل اسلام کا متعہ کی حرمت پر اجماع ہے ہاں روافض اس کے خلاف ہیں۔ امام ترمذی با سند حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ

عن ابن عباسؓ قال انما كانت المتعة فی اوّل الاسلام كان الرجل يقدم البلدة ليس له بها معرفة فيتزوج المرأة بقدر ما يرى انه يقيم فتحفظ له متاعه وتصلح له شيئه حتى اذا نزلت الآية الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم قال ابن عباسؓ فكل فرج سواهما فهو حرام (ترمذی ص۱۳۳ ج۱)

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے فرمایا کہ متعہ ابتداء اسلام میں تھا جب کوئی شخص کسی شہر میں جاتا جس میں اس کی کسی سے معرفت نہ ہوتی تو عورت سے جتنے دنوں تک وہاں رہتا نکاح (متعہ) کر لیتا اور وہ اس کے سامان کی نگرانی کرتی اور اس کے لیے گوشت وغیرہ کھانے کی چیزیں تیار کرتی حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ مردوں کو کسی پر اپنی شرمگاہ ظاہر کرنا حرام ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ ہر شرمگاہ حرام ہے

اس سے بالکل آشکارا ہو گیا کہ حضرت ابن عباسؓ ابتداء اسلام میں متعہ کے جواز کے قائل تھے اور تصریح فرماتے ہیں کہ بعد کو متعہ حرام قرار دیدیا گیا تھا لہذا اب ان کو مجوزین متعہ میں شمار کرنا قطعاً باطل ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ پہلے متعہ کی اباحت کے قائل تھے پھر اس قول سے رجوع کر لیا تھا

وثانیاً اس لیے کہ خمینی صاحب کو صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت تو نظر

آگئی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا کرتے تھے پھر حضرت عمرؓ نے ہمیں اس سے منع کر دیا لیکن اسی صحیح مسلم میں یہ حدیثیں جناب خمینی صاحب کو نظر نہیں آئیں۔

(۱) حضرت سلمہؓ (بن اکوع) فرماتے ہیں کہ

رخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام اوطاس فی المتعۃ ثلاثا ثم نہی عنہا (مسلم ص۴۵۱ ج۱)	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (غزوہ) اوطاس والے سال تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی تھی۔ پھر اس سے منع کر دیا تھا۔

اس مرفوع حدیث میں متعہ کی نہی صراحۃً مذکور ہے مگر خمینی صاحب کو یہ نظر نہیں آئی اس لیے کہ وہ حق سے اندھے ہیں۔

(۲) حضرت سبرۃؓ سے روایت ہے کہ

انہ کان مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا ایہا النّاس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم ذٰلک الی یوم القیٰمۃ الحدیث (مسلم ص۴۵۱ ج۱)	وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! بے شک میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور اب بلاشبہ اس کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک حرام کر دیا ہے۔

اس صحیح حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ متعۃ النساء کو مخلوق

میں سے کسی نے حرام نہیں کیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور دوسری بات ثابت ہوئی کہ متعہ کی حرمت قیامت کے دن تک رہیگی اور اس کی حرمت مؤید اور ہمیشہ کے لیے ہے علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

تحریما مؤبدا الی یوم القیمة واستمر التحریم (روح المعانی ص ۶ ج ۵)

کہ متعہ کی حرمت قیامت تک ابدی اور مستمر ہے۔

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

وفیه التصریح بتحریم نکاح المتعة الی یوم القیمة وانه یتعین تأویل قوله فی الحدیث السابق انهم کانوا یتمتعون الی عهد ابی بکرؓ وعمرؓ انه لم یبلغهم الناسخ کما سبق (شرح مسلم ص ۴۵۱ ج ۱)

اس میں تصریح ہے کہ نکاح متعہ قیامت تک حرام ہے اور پہلی حدیث کی کہ لوگ عہد ابوبکرؓ اور خلافت عمرؓ تک متعہ کیا کرتے تھے تاویل کرنا متعین ہے کہ ان لوگوں کو نسخ کی خبر نہیں پہنچی تھی۔

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ متعہ تا قیامت حرام ہے اور جن حضرات سے عہد حضرت ابوبکرؓ اور خلافت حضرت عمرؓ تک متعہ کی حلت منقول ہے جن میں حضرت جابرؓ بن عبد اللہؓ بھی ہیں انہیں نسخ کا علم نہ تھا۔

علامہ امیر یمانی محمدؒ بن اسماعیلؒ المتوفی ۱۱۸۲ھ لکھتے ہیں کہ

واستمر النهی ونسخت

نہی دائمی ہو گی اور اجازت منسوخ ہو گئی

الرخصة والا نسخها ذهب	اور جمہور سلف وخلف متعہ کی منسوخیت
الجماھیر من السلف والخلف	ہی کے قائل ہیں۔

(سبل السلام ص ۱۳۹ ج ۳)

وثالثاً اس لیے کہ جناب خمینی صاحب کو صحیح مسلم تو نظر آگئی ہے جس میں ان کے مطلب کی ایک منسوخ موجود ہے۔ لیکن صحیح بخاری نظر نہیں آئی جس میں شیعہ کے نزدیک وصیِ رسول اور خلیفۂ اوّل حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ	بہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
علیہ وسلم نہی عن متعۃ	وسلّم نے (غزوہ) خیبر والے دن متعۃ النساء
النساء یوم خیبر الحدیث	سے منع کر دیا تھا۔

(بخاری ص ۶۰۶ ج ۲)

جناب خمینی صاحب! یہ روایت تو حضرت علیؓ سے مروی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ متعۃ النساء سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے منع فرمایا ہے کیا آپ کے نزدیک متعہ جیسے لذیذ فعل کی نہی نقل کر کے حضرت علیؓ بھی حضرت عمرؓ کے ساتھ قرآنی حکم کے مخالف نہیں ہو گئے؟ لب کشائی تو کیجئے بات کیا ہے ؎

میرے رونے سے میرا دامن ہی تر ہوتا تو خیر　　　شرم سے ظالم جبیں تیری بھی تر ہو جائیگی

ورابعاً اس لیے کہ معلوم ہوتا ہے کہ خمینی صاحب اس بڑھاپے میں بھی لذتِ متعہ نہیں بھولے اور مدہوش ہو کر آیت کے پیش کردہ حصہ کے سیاق وسباق کو پی گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محرمات کے بیان کے بعد ارشاد فرماتا ہے یعنی

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ (پ ۵ ۔ النساء ۔ رکوع ۴)

اور حلال کی گئیں تمہارے لیے وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں جب کہ تم انہیں اپنے اموال سے تلاش کرو اور قید نکاح میں رکھنے والے ہو نہ کہ مستی نکالنے والے ہو پس جن عورتوں سے تم نے فائدہ اٹھایا تو ان کو ان کے مہر دو اور تم پر کوئی حرج نہیں کہ مقرر کیے ہوئے مہر کے بعد اور مہر انہیں دو

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون میں جن عورتوں سے نکاح حلال ہے ان کا ذکر کیا ہے کہ مہر دیکر ایسی عورتوں سے نکاح کرو لیکن ساتھ ہی دو قیدیں بھی لگائی ہیں۔ پہلی مُحْصِنِيْنَ کی کہ نکاح کے بعد ان عورتوں کو قید نکاح میں رکھو جب کہ متعہ میں یہ قید نہیں پائی جاتی دوسری قید غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ کی ہے کہ مستی نکالنا اور شہوت رانی ہی مقصود نہ ہو اور متعہ نام ہی شہوت رانی کا ہے آگے رب تعالیٰ حرف فَ سے جو ماقبل پر تفریع اور ترتب کے لیے ہوتا ہے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فرمایا ہے یعنی قید نکاح میں رکھنے اور شہوت رانی نہ کرنے کی قید کو ملحوظ رکھ کر جب عورتوں سے تم ازدواجی تمتع اور فائدہ حاصل کرو تو ان کے مقرر مہر ان کو ادا کرو یہ مضمون تو متعۃ النساء کی جڑ نکالتا ہے نہ کہ اجازت دیتا ہے مگر جناب خمینی صاحب نے شوق متعہ میں مُحْصِنِيْنَ اور غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ کی قیود اور فَمَا میں حرف فاء کو شربت صندل سمجھ کر ہضم کر لیا ہے

اور آگے اس مضمون کو بھی پی گئے ہیں کہ بیوی اور خاوند دونوں آپس میں رضا سے تقرر مہر کے بعد اور بھی بڑھا سکتے ہیں اور یہ جبھی ممکن ہے جب کہ ازدواجی تعلق برقرار ہو اور متعہ میں صرف مستی نکالنی ہوتی ہے اس کے بعد بھلا ازدواجی تعلق کہاں رہتا ہے؟ مشہور ہے کہ جیسے ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آیا کرتا ہے اسی طرح جناب خمینی صاحب کو فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ سے بجائے لغوی تمتع کے اپنا معہود متعہ ہی نظر آیا ہے۔ اور سیاق وسباق کی کوئی قید ان کو دکھائی نہیں دی اور یوں قرآن کریم کی تحریف کر کے اپنا مطلب کشید کیا ہے۔

وخامسًا اس لیے کہ جناب خمینی صاحب کو مجوزین متعہ کے چند گنے چنے نام نظر آ گئے ہیں لیکن ان کے قول کی حقیقت سمجھ نہیں آئی۔ قاضی محمد بن علی الشوکانیؒ (المتوفی۔ ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں کہ۔

واما قراءة ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وابیؓ بن کعب وسعیدؓ بن جبیرؓ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ الٰی اجل مسمّٰی فلیست بقرآن عند مشترطی التواتر ولا سنة لاجل روایتها قرآنا فیکون من قبیل تفسیر الآیة ولیس ذلك بحجة (نیل الاوطار ص۱۴۸ ج۶)

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابیؓ بن کعب اور حضرت سعیدؓ بن جبیرؓ سے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ کے بعد الٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی کی جو قراءت منقول ہے وہ قرآن نہیں ہے کیونکہ قرآن ہونے کے لیے تواتر کی شرط ہے اور یہ قراءت متواتر نہیں ہے اور یہ حدیث بھی نہیں کیونکہ یہ قراءت اس کا قرآن ہونا بیان کرتی ہے تو یہ آیت کی تفسیر کے قبیل

سے ہے اور تفسیر (نص اور حدیث

کے مقابلہ میں) حجت نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات الیٰ اجل مسمّیٰ کی ایک قراۃ کا تذکرہ فرماتے ہیں اور یہ قرأت تواتر سے ثابت نہیں اس لیے اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا کیونکہ قرآن کریم تواتر سے منقول ہے اور یہ قرأت حدیث بھی نہیں اس لیے کہ یہ قراۃ اس کا قرآن ہونا بتاتی ہے اس کا درجہ زیادہ سے زیادہ تفسیر کا ہے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابلے میں کسی کا قول معتبر نہیں پھر اس قرأت سے حلّتِ متعہ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت اُبی بن کعب جیسے صحابہ کرامؓ کا مذہب سمجھنا نرا تعصب اور خالص نادانی ہے۔

امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاصؒ (المتوفی ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ

ولا نعلم احداً من الصحابةؓ روى عنه تجريد القول في اباحة المتعة غير ابن عباسؓ وقد رجع عنه حين استقر عنده تحريمها بتواتر الاخبار من جهة الصحابةؓ (احكام القرآن صـ ۱۵۲/۲)	ہمیں حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کے بارے بھی یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے محض اباحت متعہ کا قول کیا ہو ہاں البتہ حضرت ابن عباسؓ نے مگر بعد کو ان سے بھی رجوع ثابت ہے جب ان کو حضرات صحابہ کرامؓ سے تحریم متعہ کی متواتر خبریں پہنچیں۔

اس سے واضح ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ میں خالص متعہ کی اباحت

کا قائل بجز حضرت ابن عباسؓ کے اور کوئی نہ تھا اور آخر میں اُن سے بھی رجوع ثابت ہے اور ترمذی کے حوالہ سے ان کا رجوع پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب جو کتب تفسیر میں اقوال مذکور ہیں کہ متعہ وہ نکاح ہے جو الیٰ اجل مسمّٰی ہو تو وہ متعہ کی منسوخیت سے پہلے کے اقوال ہیں کہ جب متعہ جائز تھا تو الیٰ اجل مسمّٰی ہوا کرتا تھا نہ کہ اب بھی ایسا ہو سکتا ہے حاشا وکلا اس لحاظ سے یہ قرأت بھی حلّت متعۃ النساء کے اثبات سے سراسر قاصر ہے۔

وسادساً اس لیے کہ خمینی صاحب کو تفسیر ابن جریر طبریؒ میں متعہ کے اباحت کے اقوال تو دستیاب ہو گئے ہیں (جو متعہ کی منسوخیت سے پہلے کے ہیں) مگر امام ابن جریر طبریؒ (المتوفی ۳۱۰ھ) کی یہ راجح تفسیر نظر نہیں آئی۔

واولی التأویلین فی ذلک بالصواب تأویل من تأوّله فما نکحتموہ منھن فجامعتموہ فآتوھن اجورھن لقیام الحجۃ بتحریم اللہ تعالیٰ متعۃ النساء علی غیر وجہ النکاح الصحیح او الملک علی لسان رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (تفسیر ابن جریر طبریؒ ص۱۳ ج۵)

کہ دو تفسیروں میں سے اولیٰ اور درست تفسیر صرف یہی ہے کہ جن عورتوں سے تم نکاح کرو اور پھر ان سے ہمبستری کرو تو ان کو ان کے مہر ادا کرو (متعہ اس سے ہرگز مراد نہیں) کیونکہ نکاح صحیح اور ملک یمین کے سوا متعۃ النساء کی حرمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے متعدد طرق اور اسانید سے ثابت ہے اور اس پر حجت قائم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن جریر طبریؒ نے گو اباحت متعہ کے کچھ اقوال

نقل کیے ہیں لیکن ان سے وہ مطمئن نہیں اور اپنا فیصلہ وہ یہ دیتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کی صحیح تفسیر ہی یہی ہے کہ نکاح صحیح کے ذریعہ جو لغوی تمتع اور فائدہ تم عورتوں سے حاصل کرو تو ان کو مہر دو۔ اس آیت سے متعہ اس لیے مراد نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکاح صحیح اور ملک یمین کے بغیر عورتوں سے تمتع کو حرام قرار دیا ہے تو جو چیز حرام ہے وہ اس آیت کی تفسیر کیسے ہو سکتی ہے؟ غرضیکہ متعہ حرام ہے اور اہلِ حق میں سے کوئی اس کے جواز کا قائل نہیں ہاں شیعہ کے نزدیک کار ثواب ہے اور نوجوانوں کو اپنے ساتھ ملانے کا یہ ایک بڑا سبب اور اکسیر ہے کیونکہ انکو منظور ہے کہ سیم تنوں کا وصال ہو۔ مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو۔

حضرت عمرؓ پر مخالفِ قرآن ہونے کا دوسرا الزام

جناب خمینی صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ کا صریح حکم موجود ہے اور اخبار متواترہ سے تمتع حج ثابت ہے سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمتع ہوتا رہا تا آنکہ حضرت عمرؓ نے اس سے منع کیا اور انکے منع کرنے کے باوجود بھی سنیوں کا جوازِ تمتع پر اجماع ہے (محصلہ)

پھر آگے جناب خمینی صاحب لکھتے ہیں

وحکم عمرؓ مخالف قرآن است (کشف الاسرار صـ۱۱۸) اور حضرت عمرؓ کا یہ حکم قرآن کے مخالف ہے۔

الجواب:۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب خمینی صاحب اور ان کی جماعت کے

نزدیک یہ قرآن کریم ہی اصلی نہیں تو اس کی موافقت اور مخالفت کا کیا معنی؟ نیز جب حضرت عمرؓ ان کے نزدیک معاذ اللہ تعالیٰ ویسے ہی کافر و مرتد ہیں جیسا کہ خمینی صاحب کے معتمد علیہ مجتہد ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں تو اس حکم کی مخالفت کو آڑ بنانے کا کیا مقصد وہ تو اس کے بغیر بھی ان کے نزدیک کافر ہیں۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

ہیچ عاقل را مجال آن نیست کہ شک کند در کفر عمرؓ پس لعنت خدا و رسول بر ایشاں باد و بر ہر کہ ایشاں را مسلمان داند و ہر کہ در لعن ایشاں توقف نماید (جلاء العیون ص ۴۵ طبع ایران)

کسی عقلمند کو اس کی مجال نہیں کہ وہ عمرؓ کے کفر میں شک کرے سو خدا اور رسول کی اس پر لعنت ہو اور ہر اس شخص پر بھی لعنت ہو جو اسے مسلمان سمجھے اور ہر ایسے شخص پر بھی لعنت ہو جو اس پر لعنت کرنے میں توقف کرے (معاذ اللہ تعالیٰ)

جب حضرت عمرؓ کے خلاف بغض و عناد کا یہ حال ہے کہ وہ معاذ اللہ تعالیٰ ویسے ہی کافر ہیں تو پھر چکہ کاٹ کر انکی تکفیر اور ان پہ مخالفت قرآن کا الزام بالکل بے سود ہے اور دیانت کے ساتھ حضرت عمرؓ کی بات کو سمجھنے کی بھی جناب خمینی صاحب اور ان کی جماعت کو ضرورت نہیں ہے اور پھر صداقت و دیانت اس فرقہ میں ہے ہی کہاں؟ لہٰذا قارئین کرام خود بات سمجھنے کی کوشش کریں اگرچہ بعض شراح حدیث نے حضرت عمرؓ کے نہی عن التمتع کو نہی تنزیہیہ پر حمل کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ص ۴۰۲ ج ۱ وغیرہ)

مگر اس میں راجح اور صحیح بات صرف وہی ہے جو خود حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

ان نأخذ بكتاب الله فانه	اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو لیں تو وہ
يأمرنا بالتمام قال الله تعالى	ہمیں مکمل کرنے کا حکم دیتی ہے اللہ تعالیٰ
واتموا الحج والعمرة لله	فرماتا ہے کہ تم حج اور عمرہ اللہ کے لیے
وان نأخذ بسنة النبي	مکمل کرو اور اگر ہم آنحضرت صلی اللہ
صلى الله تعالى عليه وسلم	تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو لیں تو آپؐ
فانه لم يحل حتى نحر الهدي	قربانی کرنے سے پہلے احرام سے نہیں
(بخاری ج۱ ص۲۱۱ واللفظ له ومسلم ج۱ ص۴۰۱)	نکلے

حضرت امام یحییٰ بن شرف النوویؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ

قال القاضي عياض رحمه الله تعالى	قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ
ظاهر كلام عمرؓ هذا انكار	کے اس قول کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ وہ
فسخ الحج الى العمرة	فسخ الحج الی العمرہ کا انکار کرتے ہیں
الى قوله ويؤيد هذا قوله	پھر آگے فرمایا کہ اس کے بعد (مسلم ج۱ ص۴۰۱ میں)
بعد هذا (فی روایة مسلم ج۱ ص۴۰۲)	حضرت عمرؓ کا اپنا یہ قول اس کی تائید کرتا
قد علمت ان النبي صلى الله	ہے کہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ آنحضرت
تعالى عليه وسلم قد فعله	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ
واصحابه ولكن كرهت ان	نے تمتع کیا ہے لیکن میں اس کو پسند
يظلوا معرسين بهن	نہیں کرتا کہ لوگ عمرہ کا احرام کھول کر

فی الاحرام (شرح مسلم ص ۴۰۱ ج ۱) جھاڑیوں میں عورتوں سے ہمبستری کرتے رہیں

اس سے بالکل واضح ہوگیا کہ حضرت عمرؓ فسخ الحج الی العمرۃ کی مخالفت کرتے تھے نہ کہ تمتع کی محقق قول کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حجۃ الوداع میں قارن تھے (بخاری ص ۲۳۲ ج ۱) کی روایت میں ہے اَھَلَّ بعمرۃ وحجۃ کہ آپؐ نے عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا اور آپؐ کا تلبیہ لبیک عمرۃ وحجاً کے الفاظ سے تھا مسلم ص ۴۰۵ ج ۱) نسائی ص ۱۳ ج ۲ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا قد سقت الھدی وقرنت کہ میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور لایا ہوں اور میں قران کا احرام باندھ کر آیا ہوں بعض احادیث میں آپؐ کے اس فعل اور کاروائی پر جو تمتع کا اطلاق ہوا ہے تو وہ صرف لغوی اعتبار سے ہے نہ کہ شرعی تمتع اور لغوی تمتع قران کو بھی شامل ہے حضرات صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے صرف عمرہ کا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا اور بعض نے صرف حج کا احرام باندھا تھا (بخاری ص ۲۱۲ ج ۱) میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں فمنا من اھل بعمرۃ ومنا من اھل بحج وعمرۃ ومنا من اھل بالحج الحدیث)

پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا مکہ مکرمہ پہنچ کر علم ہوا کہ اہل جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو افجر الفجور فی الارض (بخاری ص ۲۱۲ ج ۱) سمجھتے ہیں یعنی زمین پر سب برائیوں سے بڑی برائی آپؐ نے ان لوگوں کے اس باطل نظریہ کو رد کرنے کے لیے ان حضرات کو جو حج کے احرام میں تھے اور قربانی ساتھ نہیں لائے تھے فسخ الحج الی العمرۃ کا حکم دیا جو ابتدا میں ان کی سمجھ میں نہ آیا

مگر بالآخر سمجھ گئے اور آپؐ کے حکم کی تعمیل کر کے بجائے حج کے عمرہ ادا کیا پھر حج کا احرام باندھ کر حج کیا اور چونکہ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے اس لیے سوق ہدی کے بعد آپؐ احرام نہیں کھول سکتے تھے اور اس موقع پہ آپؐ نے فرمایا کہ۔

لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اھدیت ولولا ان معی الھدی لاحللت (بخاری صفحہ ۲۲۴ ج۱ واللفظ لہ ومسلم صفحہ ۳۹۶ ج۱) وفیہ لم اسق الھدی وجعلتھا عمرۃ

اگر میں یہ معاملہ پہلے جانتا جو بعد کو اب مجھے معلوم ہوا ہے تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے پاس قربانی نہ ہوتی تو میں احرام سے نکل آتا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر میں ہدی ساتھ نہ لاتا تو اس حج کو عمرہ کر دیتا۔

اس صحیح حدیث سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ معقول عذر بھی معلوم ہو گیا جس کی وجہ آپؐ احرام سے نہ نکل سکے اور اپنے احرام کو بدل کر عمرہ نہ کر سکے اور جن حضرات صحابہ کرامؓ کے پاس قربانی کے جانور تھے اور وہ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے آپؐ نے ان کو فسخ الحج الی العمرۃ کا حکم دیا لیکن یہ فسخ الحج الی العمرۃ اسی سال کے لیے تھا اور حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ مختص تھا بعد میں آنے والوں کے لیے اس کی کوئی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت بلالؓ بن الحارث کی روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ

قلت یا رسول اللہ فسخ

میں نے کہا یا رسول اللہ! فسخ الحج ہمارے

الحج لنا خاصة او لمن بعدنا قال بل لكم خاصة (ابوداؤد ج۱ ص۲۵۲ واللفظ له ونسائی ج۲ ص۱۸ وابن ماجہ ص۲۲۰)

ہی لیے خاص ہے یا ہم سے بعد کو آنے والوں کے لیے بھی ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ یہ تمہارے ہی لیے خاص ہے

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ فسخ الحج الی العمرة حضرات صحابہ کرامؓ سے ہی مختص تھا بعد میں آنے والوں کے لیے اس کی اجازت نہیں۔ حضرت ابوذرؓ (جندب بن جنادہ المتوفی ۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ

لا تصلح المتعتان الا لنا خاصة يعني متعة النساء ومتعة الحج (مسلم ج۱ ص۴۰۲)

دو متعے یعنی متعة النساء اور متعة الحج صرف ہمارے ہی لیے خاص تھے اور کسی کیلئے ان کی گنجائش نہیں ہے۔

شیعہ کے نزدیک حضرت ابوذرؓ ان تین چار خوش نصیب حضرات صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جو بقول ان کے اسلام پر قائم رہے اور مرتد نہیں ہوئے تھے مگر شیعہ کی شومئ قسمت کہ حضرت ابوذرؓ بھی متعة النساء اور متعة الحج کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کے ہمنوا ہیں ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

حضرت امام نوویؒ حضرت ابوذرؓ وغیرہ کی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

قال العلماء معنى هذه الروايات كلها ان فسخ الحج الى العمرة كان للصحابة

علماء فرماتے ہیں کہ ان تمام روایات کا مطلب یہ ہے کہ فسخ الحج الی العمرة اسی حجة الوداع کے سال تھا اور حضرات صحابہ کرامؓ

فی تلك السنة وهی حجة الوداع	کے ساتھ خاص تھا اور بعد کو یہ جائز نہیں
ولا یجوز بعد ذالك ولیس مراد	ہے حضرت ابوذرؓ کی مراد مطلقاً تمتع کا ابطال
ابی ذرؓ ابطال التمتع مطلقا	نہیں بلکہ فسخ الحج الی العمرة
بل مراده فسخ الحج الی	ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔
العمرة کما ذکرنا۔	

(شرح مسلم ص۴۰۲ ج۱)

اس بحث اور تحقیق سے یہ امر بالکل روشن ہوگیا کہ حضرت عمرؓ نے تمتع کا انکار نہیں کیا اور نہ انہوں نے قرآن وسنت کی مخالفت کی ہے۔ جس چیز سے انہوں نے لوگوں کو منع کیا ہے وہ فسخ الحج الی العمرة ہے اور وہ واقعی حجة الوداع کے سال کے بعد ممنوع ہے خمینی صاحب کا یہ الزام بھی سراسر باطل ہے

حضرت عمرؓ پر مخالف قرآن ہونے کا تیسرا الزام

جناب خمینی صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں آیا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ الی قوله تعالی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ اس آیت سے اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے واضح ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال تک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھی (محصلہ) مگر حضرت عمرؓ نے

انت طالق ثلاثا را سه طلاق	انت طالق ثلاثا کے الفاظ سے دی گئی
قرار داد واین مخالف قرآن است	تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا اور ان کا یہ

(کشف الاسرار صـ۱۱۸) حکم قرآن کے مخالف ہے۔

الجواب: جناب خمینی صاحب نے یہاں بھی اپنے فرقہ کے دیگر غالی افراد کی طرح حضرت عمرؓ کے خلاف اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے طلقات ثلاثہ کے مسئلہ کو آڑ بنایا ہے۔ حقیقت اس الزام سے کوسوں دور ہے اور ان کا یہ الزام بھی بالکل باطل ہے اولاً اس لیے کہ قرآن کریم میں اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے بعد فَاِنْ طَلَّقَهَا الآیۃ آیا ہے جس میں حرف فاء ہے جو تعقیب بلامہلت کے لیے آتا ہے جس کا ظاہر اور صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے دو رجعی طلاقوں کے فوراً بعد تیسری طلاق بھی دیدی تو وہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور وہ عورت سابق خاوند کے لیے حرام ہے تاوقتیکہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد سے نکاح کرکے طلاق حاصل کرکے عدت نہ گذارے غرضیکہ قرآن کریم کا یہ ظاہری مفہوم تو تین طلاقوں کے وقوع پر دال ہے نہ کہ مخالفت پر جیسا کہ تعصب اور جہالت کی وجہ سے خمینی صاحب نے سمجھ رکھا ہے لہذا حضرت عمرؓ پر مخالف قرآن ہونے کا الزام اور اعتراض سراسر مردود ہے۔

امام اہلسنت محمدؒ بن ادریس الشافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

فالقرآن واللہ تعالی اعلم	اللہ تعالی خوب جانتا ہے قرآن کریم
یدل علی ان من طلق زوجتہ	کا یہ مفہوم اس پر دلالت کرتا ہے کہ
لہ دخل بہا اولم یدخل	جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں

بها ثلاثًا لم تحل له، حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ
(کتاب الام ص۱۶۵ ج۵ وسنن الکبریٰ ص۳۳۳ ج۷)

دے دیں عام اس سے کہ اس نے اس سے ہمبستری کی ہو یا نہ کی ہو وہ عورت اس شخص کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ عورت کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے

ظاہر امر ہے کہ جس طرح قرآن کریم کو حضرت امام شافعیؒ سمجھتے ہیں وہ فہم شیعہ کے کسی مجتہد کو نصیب نہیں چہ جائیکہ خمینی صاحب کو جو ملا باقر کی ٹھیٹ ٹانگوں پہ چلتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ اس عورت کے بارے بھی جس سے ہمبستری نہ ہوئی ہو (او لم یدخل بها) تصریح کرتے ہیں کہ اس کے حق میں بھی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اگر یہ تین طلاقیں یکدم ایک مجلس میں ہوں یا متفرق ہوں تو بھلا تین طہر تک وہ غیر مدخولہ کیسے رہیگی؟ اور جب پہلی ہی طلاق سے وہ بائن ہو گئی تو دوسری اور تیسری طلاق کا وہ محل کیسے رہیگی؟ ظاہر قرآن اسی کو چاہتا ہے کہ تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی لہٰذا حضرت عمرؓ پر مخالف قرآن ہونے کا الزام مردود ہے اس آیت کی یہی تفسیر حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) سے مروی ہے۔

یقول ان طلقها ثلاثاً فلا تحل لهٗ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ
(سنن الکبریٰ ص۳۳۶ ج۷)

کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں تو وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں جب تک کہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی وہی فتویٰ ہے جو حضرات عمرؓ کا ہے یعنی بقول خمینی صاحب دونوں مخالف قرآن ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ)

وثانیاً [2] حضرت عمرؓ کو مسلم (ص۴۷۷ ج۱) کی روایت کا مخالف قرار دینا بھی جہالت کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ روایت مجمل ہے ابوداؤد (ص۲۹۹ ج۱) میں اسی روایت میں

اذا طلق الرجل ثلاثا قبل ان یدخل بها جعلوها واحدة

کی تفصیل موجود ہے یعنی جب کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں دے تو وہ اس کو ایک ہی سمجھتے تھے (اور امام نسائیؒ نے (ص۸۳ ج۲ میں اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے باب طلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة یعنی یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ اپنی بیوی کو ہمبستری سے قبل تین متفرق طلاقیں دی جائیں۔ اور متفرق کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو یعنی جس سے ہمبستری نہیں کی یوں کہے انت طالق پھر کہے انت طالق پھر کہے انت طالق تو وہ پہلی طلاق ہی سے جدا ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری کا وہ محل نہیں رہے گی (دیکھئے کتاب الام ص۱۶۶ ج۵ وسنن الکبریٰ ص۳۵۵ ج۷) مسلم کی روایت کو مدخول بہا بیوی پر چسپاں کرنا اور تین طلاقوں کو ایک قرار دینا جیسا کہ جناب خمینی صاحب اور اس مسئلہ میں ان کے عینی بھائی غیر مقلد کرتے ہیں فن حدیث سے بے خبری پر مبنی ہے۔

وثالثاً [3] اگر تین طلاقوں کو تین قرار دینے سے قرآن کریم کی مخالفت لازم آتی ہے تو اس گناہ میں حضرت علیؓ یعنی شیعہ کے وصی خلیفہ اور امام اول بھی شامل ہیں امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے تین طلاقوں کا تین ہونا ہی نقل کیا ہے کہ۔

جاء رجل الی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ — ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور

فقال طلقت امرأتی الفا قال ثلاث تحرمها علیك واقسم سائرها بین نسائك
(سنن الکبریٰ ص۳۳۵ جلد ۷ وراجع ص۳۵۵ جلد ۷)

اُس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تین طلاقوں نے تو وہ بیوی تجھ پر حرام کر دی ہے باقی طلاقیں دوسری بیویوں پر تقسیم کر دو۔

معلوم ہوا کہ بقول خمینی صاحب قرآن کریم کی جو مخالفت حضرت عمرؓ نے کی ہے بعینہا وہی مخالفت حضرت علیؓ نے بھی کی ہے یعنی ؏

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

چونکہ ہم نے تین طلاقوں کے وقوع کے بارے مستقل کتاب لکھی ہے عمدۃ الاثاث فی حکم طلقات الثلاث اور طرفین کے دلائل اس میں باحوالہ درج کیے ہیں اس لیے مزید تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھتے جس کو اس مسئلہ میں مزید معلومات حاصل کرنے کا شوق ہو تو اس کی طرف ضرور مراجعت کرے۔

حضرت عمرؓ پر مخالف قرآن ہونے کا چوتھا الزام اور خمینی صاحب کے تھیلے کا آخری تیر

خمینی صاحب لکھتے ہیں کہ

دراں موقع کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ در حال احتضار و مرض موت بود جمع کثیری در محضر مبارکش حاضر

اُس موقع پر جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات اور مرض الموت کی حالت میں تھے اور آپؐ کی مبارک

پیغمبر فرمود بیاید برای شما یک چیزی بنویسم کہ ہرگز بضلالت نیفتید عمر بن الخطاب گفت ہجر رسول اللہ و ایں روایت را مورخین واصحاب حدیث از قبیل بخاری ومسلم واحمد باختلافی در لفظ نقل کردند وجملہ کلام آن کہ ایں کلام یاوہ از ابن خطاب یاوہ سرا صادر شدہ است وتاقیامت برائے مسلم غیور کفایت میکند الی قولہ وایں کلام یاوہ کہ از اصل کفر وزندقہ ظاہر شدہ مخالف است باآیاتی از قرآن کریم۔

سورہ نجم آیت ۳ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی پیغمبر نطق نمیکند از روی ہوای نفسانی کلام او نیست مگر وحی خدائی کہ جبرائیل باو تعلیم میکند ومخالفت است باآیۂ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس میں بھاری جماعت موجود تھی آپ نے فرمایا کہ لاؤ میں تمہیں ایک چیز لکھ دوں تاکہ پھر تم کبھی بھی گمراہی میں مبتلا نہ ہو عمرؓ بن الخطاب نے کہا ہجر رسول اللہ اور اس روایت کو مؤرخین محدثین جیسے امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام احمدؒ وغیرہ مختلف الفاظ سے نقل کرتے ہیں اور اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بیہودہ کلام ابن خطاب بے ہودہ گو سے صادر ہوا ہے اور تاقیامت غیور مسلمان کی غیرت کے لیے یہ کفایت کرتا ہے (اور پھر آگے لکھا) اور یہ بے ہودہ کلام کفر اور زندقہ کی اصل سے ظاہر ہوا ہے اور یہ قرآن کریم کی کئی آیات کے مخالف ہے مثلاً وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی الآیۃ کہ پیغمبر خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتا بلکہ جبرائیل کی تعلیم سے کرتا ہے اور اسی طرح وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا

و بآیۃ وما اتاکم الرسول فخذوہ و آیۃ وما صاحبکم بمجنون - وغیر آں از آیات دیگر

الرسول وما اتاکم الرسول الآیۃ وما صاحبکم بمجنون وغیرھا - آیات کے مخالف ہے -

(کشف الاسرار ص ۱۱۹)

الجواب :- اس بالکل ناروا الزام میں خمینی صاحب نے اپنے پیشرو غالی رافضیوں کی طرح حضرت عمرؓ کے خلاف ان کو کافر زندیق کہہ کر دل کا جو ابال نکالا ہے۔ وہ تاریخی طور پر کوئی نئی چیز نہیں ہے اور کبوتر کی طرح جیسے اس طبقہ نے صحیح حقائق سے آنکھیں بند کی ہیں وہ صرف اسی گروہ کا حصہ ہو سکتا ہے اپنے دیگر ہم مسلک رافضیوں کی طرح اس واقعہ سے جو مطلب خمینی صاحب نے کشید کیا ہے وہ باطل ہے اولاً تو اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاغذ اور قلم دوات کا جو مطالبہ کیا تھا وہ وحی نہ تھی بلکہ اپنا ذاتی اجتہاد اور رائے تھی کیونکہ یہ مطالبہ جمعرات کے دن کیا تھا یوم الخمیس کے الفاظ بخاری ص ۴۲۹-۴۲۹ ج ۱ و ص ۶۳۸ ج ۲ و مسلم ص ۴۲ ج ۲ و مسند احمد ص ۲۲۲ ج ۱ وغیرہ میں موجود ہیں اور آپ کی وفات اس کے پانچ دن بعد سوموار کے دن ہوئی (بخاری ص ۱۸۶ ج ۱ وغیرہ) صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے دیگر امور کی تاکید اور وصیت تو اس کے بعد فرمائی ہے مثلاً نماز اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ کی (عن علیؓ قال کان آخر کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوٰۃ الصلوٰۃ واتقوا اللہ فیما ملکت ایمانکم ابوداؤد ص ۳۴۵ ج ۲ و مسند احمد ص ۷۸ ج ۱) مگر کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ آپ نے پھر کاغذ قلم و دوات کا

مطالبہ کیا ہو اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا تو محال ہے کہ آپ دوسری باتیں تو بیان فرماتے مگر اس کا پھر ذکر نہ کرتے اس صورت میں تو معاذ اللہ تعالیٰ براہ راست نبی کی ذات پر الزام عائد ہوتا ہے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کا حکم اور وحی جبرائیلؑ پہنچانے میں کوتاہی کی حالانکہ آپ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کے مامور تھے کون مسلمان اس کا تصور کر سکتا ہے کہ امام الانبیاء اور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وحی کے پہنچانے میں کوتاہی کی ہے یہی کہا جائیگا کہ آپ کے دل میں ایک خیال مبارک آیا مگر تسلی بخش جواب سن کر مطمئن ہو گئے اور پھر اس کا ذکر تک نہیں کیا اگر یہ حکم خداوندی ہوتا تو ناممکن تھا کہ آپ اس کو بیان نہ کرتے وثانیاً اس لیے کہ خمینی صاحب نے محدثین کرامؒ میں امام بخاریؒ امام مسلمؒ اور امام احمدؒ کا نام لیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم انہی حضرات کی کتابوں کے حوالے عرض کریں تاکہ حقیقت بالکل بے نقاب ہو جائے ۔ بخاری میں یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ سے چھ مقامات پر مذکور ہے ۔

۱ و ۲ و ۳ میں الفاظ یہ ہیں

عن ابن عباسؓ قال لما اشتد	حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے
بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ	کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
وسلم وجعہ قال ائتونی	سلم پر مرض کی شدت ہوئی تو آپ نے
بکتاب اکتب لکم کتابا لا	فرمایا لاؤ مجھے کاغذ دو تاکہ میں تمہیں ایک
تضلوا بعدہ قال عمرؓ ان	نوشتہ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا الحدیث (بخاری ص۲۲ ج۱ وص۸۴۶ ج۲ وص۱۰۹۵ ج۲)

گمراہ نہ ہو جاؤ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تکلیف کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے جو ہمیں کافی ہے الخ

اور قریباً یہی الفاظ مسلم ص۴۳ ج۲ میں مذکور ہیں۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی اور خیر خواہی کے طور پر غلبہ الوجع الخ فرمایا

۴ و ۵ و ۶ میں یہ الفاظ ہیں

اشتد برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجعہ یوم الخمیس فقال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدہ ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا اھجر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ واوصی عند موتہ بثلاث

جمعرات کے دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مرض کی شدت ہوئی آپ نے فرمایا لاؤ کاغذ تاکہ میں تمہیں ایک تحریر لکھ (دوں) تاکہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو حاضرین نے (کاغذ لانے اور نہ لانے میں) اختلاف کیا اور نبی کے پاس اختلاف مناسب نہیں اور حاضرین نے کہا کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جدائی اختیار کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے اس چیز سے جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے

اخرجوا المشركين من جزيرة العرب واجيزوا الوفد بنحو ما كنت اجيزهم ونسيت الثالثة الخ (بخاری ص۴۲۹ ج۱، ص۴۴۹ ج۱ و ص۶۳۸ ج۲)

ہو، اور آپؐ نے اپنی وفات کے وقت تین وصیتیں کیں یہ کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور جس طرح میں وفد کو تحفہ دیا کرتا تھا تم بھی ویسا ہی دینا اور تیسری میں بھول گیا (یہ راوی کا بیان ہے)

اور بخاری ص۴۴۹ ج۱ میں یہ الفاظ ہیں فقالوا ماله أهجر استفهموه اور بخاری ص۶۳۸ ج۲ اور مسلم ص۴۲ ج۲ اور مسند احمد ص۲۲۲ ج۱ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں فقالوا ما شانه أهجر استفهموه یعنی حاضرین نے کہا آپؐ کا کیا حال ہے کیا آپؐ جدائی اختیار کر رہے ہیں آپؐ سے دریافت کرو، الغرض بخاری مسلم اور مسند احمد کی کسی روایت میں صراحۃً "قال عمرؓ هجر رسول الله" کے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ یہ الفاظ کہنے والے اور حضرات ہیں فقالوا جمع کا صیغہ ہے مگر جناب خمینی صاحب اپنے خبث باطن کی وجہ سے یہ الفاظ حضرت عمرؓ کے ذمہ لگاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ شعبدہ بازی بھی کرتے ہیں کہ أهجر میں ہمزہ استفہام انکاری کو شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں اور پھر مزید کمال یہ کرتے ہیں کہ لفظ ہجر کو جس کے معنی جدائی اور فراق کے بھی ہوتے ہیں ہجر و وصال کے الفاظ کس پر مخفی ہیں؟ جس کے معنی یہ ہیں کہ کیا آپؐ جدائی اور فراق اختیار کر رہے ہیں! آپؐ سے دریافت کرو (ای يهجر من الدنيا واطلق لفظ الماضي لما رأوا فيه من علامات الهجرة عن دار الفناء (حاشیہ بخاری ص۴۲۹ ج۱) علی التعیین ہذیان اور بیہودگی پر محمول کر کے حضرت عمرؓ کو معاذ اللہ تعالیٰ

بیہودہ گو کہہ کر بکواس کرتے ہیں اور کفر و زندقہ کے فتوے سے داغتے ہیں اتنی اور ایسی نکمی بات تو کسی بھنگی اور چرسی ملنگ کو بھی زیب نہیں دیتی جو نائب الامام خمینی صاحب کر رہے ہیں حضرت امام نوویؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وقال القاضی عیاضؒ وقوله اهجر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هكذا هو فی صحیح مسلم وغیره اهجر علی الاستفهام وهو اصح من روایة من روی هجر ویهجر لان هذا لا یصح منه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لان معنی هجر هذی وانما جاء هذا من قائله استفهاما للانكار علی من قال لا تكتبوا ای لا تتركوا امر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وتجعلوه كامر من هجر فی كلامه لانه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اہجر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ ہی مسلم وغیرہ میں وارد ہوئے ہیں اہجر میں ہمزہ استفہام ہے اور صحیح بھی یہی ہے بخلاف اس کے جس نے ہجر یہجر نقل کیا ہے کیونکہ ہجر بمعنی ہذیان کے آپ سے صحیح ہی نہیں ہو سکتا اور یہ جملہ اہجر کہنے والے نے استفہام انکاری کے طور پر کہا ہے اور اس میں ان کا رد ہے جنہوں نے کہا کہ نہ لکھو قائل نے یوں رد کیا کہ تم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو مت ترک کرو اور اس شخص کے کلام کی مانند آپ کا قول نہ سمجھو جو ہذیان کرتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہذیان نہیں کرتے۔

لا یھجر الخ (شرح مسلم ص۴۳ ج۲)

ان ٹھوس حوالوں سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ نہ تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ہَجَرَ کا لفظ بولا ہے اور نہ علی التعیین ہَجَرَ بمعنی الھذیان ہے بلکہ اس کا معنی جدائی۔ فراق اور دارِ دُنیا سے دارِ آخرت کی ہجرت بھی ہے اور اصل روایت ہمزہ استفہام کے ساتھ اَہَجَرَ ہے اور اس جملہ کے قائل دوسرے حضرات ہیں نہ کہ حضرت عمرؓ اور ہَجَرَ کا معنی ہذیان بھی ہو تو استفہام انکاری سے ان کی نفی ہے نہ کہ اثبات مگر خمینی جیسے ملحدوں زندیقوں اور دل کے اندھوں کو کچھ کا کچھ نظر آرہا ہے۔ وثالثاً اس لیے کہ بخاری، مسلم اور مسند احمد کی ان روایات میں قطعاً اس کا کوئی ذکر نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاغذ وغیرہ حضرت عمرؓ سے طلب کیا تھا بلکہ ان روایات میں جمع کا صیغہ ائتونی ہے سب حاضرین مجلس کو خطاب ہے لیکن اگر کسی روایت سے یہ ثابت ہو جائے کہ کاغذ لانے کا حکم حضرت علیؓ کو تھا تو خمینی صاحب کی منطق کے رو سے معاذ اللہ تعالیٰ حضرت علیؓ ان تمام آیات کی خلاف ورزی کے مرتکب قرار پائیں گے جو انہوں نے حضرت عمرؓ کے مخالفِ قرآن ہونے پہ پیش کی ہیں اور پھر حضرت علیؓ پر بھی مخالفت قرآن اور اطاعتِ رسول سے روگردانی کرنے کی وجہ سے کفر و زندقہ کا جاندار فتویٰ لگانا پڑیگا (العیاذ باللہ تعالیٰ) لیجئے مسند احمد میں حضرت علیؓ سے یہ روایت مروی ہے۔

عن علیؓ بن ابی طالب عن ... وہ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال امرنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان آتیہ بطبق یکتب فیہ مالا تضل امتہ من بعدہ؟ قال فخشیت ان تفوتنی نفسہ قال قلت انی احفظ واعی قال اوصی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وما ملکت ایمانکم

(مسند احمد صفحہ ۹۰ ج ۱)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاغذ لانے کا حکم دیا تاکہ اس پر آپؐ ایک تحریر لکھ دیں تاکہ آپؐ کے بعد آپؐ کی امت گمراہ نہ ہو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خدشہ پیش آیا کہ کہیں آپ میری غیر حاضری میں رحلت نہ فرمائیں میں نے کہا بے شک میں یاد رکھوں گا اور محفوظ کروں گا آپؐ نے فرمایا کہ میں نماز۔ زکوٰۃ اور غلاموں سے حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ کاغذ لانے کا حکم حضرت علیؓ کو تھا اور وہی اس کے مامور تھے مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس صریح اور بالمشافہ حکم کی تعمیل نہیں کی خمینی صاحب کی منطق کے رُو سے حضرت علیؓ اُن تمام آیات قرآنیہ کے مخالف ہوئے جو انہوں نے حضرت عمرؓ کی مخالفت پر نقل اور پیش کی ہیں۔ جو چیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاغذ پر لکھ کر دینا چاہتے تھے وہ آگے آرہا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تھی، چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ حضرت علیؓ سے غلط عقیدت جوڑنے والے روافض اور شیعہ وغیرہا نماز اور زکوٰۃ وغیرہ میں سخت کوتاہی کریں گے اس لیے بروایت حضرت علیؓ ہی آپؐ کی زبان مبارک سے اوصی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ

الحدیث کی وصیت جاری کر دی تاکہ روافض پر حجت مکمل ہو جائے واقعہ قرطاس جمعرات کا تھا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس دن بیماری کی شدت بھی حضرت علیؓ کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپؐ دنیا سے رخصت ہو جائیں اور اس وقت میں غیر حاضر رہوں اس لیے وہ غیر حاضر نہیں ہوئے مگر آپؐ کی وفات اس کے پانچ دن بعد سوموار کو ہوئی اور حضرت علیؓ کا خیال درست نہ نکلا وثانیاً اس لیے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تحریر لکھوانے کے لیے کاغذ طلب کرنا اپنے اجتہاد۔ ذاتی رائے اور امت کی خیر خواہی کے جذبے سے تھا اگر یہ حکم وحی الٰہی سے ہوتا تو آپؐ اس کو ضرور پہنچاتے کسی کے شور و غل مچانے اور اختلاف و ناراضگی کو ہرگز کبھی بھی خاطر میں لاتے مگر حضرت عمرؓ کے اس معقول جواب سے آپؐ مطمئن ہو گئے کہ حسبنا کتاب اللہ اس لیے پھر اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی مگر اب اس امر پر غور کرنا ہے کہ اگر کوئی چیز تحریر کروا کے دیتے تو وہ کیا تھی؟ خمینی صاحب اور ان کی جماعت کا تو یہ باطل نظریہ ہے کہ اگر تحریر ہوتی تو حضرت علیؓ کو خلیفہ۔ وصی اور امیر نامزد کرتے مگر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہ نے اس میں رکاوٹ ڈالی اور یہ منصوبہ ناکام بنا دیا لیکن رافضیوں کا یہ نظریہ سراسر باطل اور مردود ہے قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے یہ صرف شیعہ و روافض کا خالص اختراع اور افترا ہے۔ ایک تو اس لیے کہ خود حضرت علیؓ سے روایت ہے۔

قیل لعلیؓ الا تستخلف قال — حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ کیا آپ اپنے

ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاستخلف علیکم وان یرد اللہ تبارک وتعالیٰ بالناس خیراً فیجمعھم علی خیرھم کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح غیر اسمٰعیل بن ابی الحارث وھو ثقۃ
مجمع الزوائد ص۴۷ ج۹ ومستدرک ص۷۹ ج۳
قال الحاکم والذہبی صحیح)

بعد خلیفہ نامزد نہیں کرتے، تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو علی التعیین خلیفہ نامزد نہیں کیا تاکہ میں بھی نامزد کروں اگر اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے ساتھ خیر منظور ہوئی تو ان کو کسی بہتر شخص پر جمع کر دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اُن میں سے بہتر پر سب کو جمع کر دیا تھا۔

اس صحیح حدیث سے چند واضح فوائد حاصل ہوئے (۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام لے کر اپنے بعد کسی کو علی التعیین خلیفہ نامزد نہیں کیا (۲) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں جو لوگوں کے حق میں بہتر تھا وہ حضرت ابوبکرؓ تھے اور لوگوں کی بھلائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں کو خلیفہ بنایا (۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر حضرت ابوبکرؓ تھے (۴) حضرت علیؓ کے بعد تقریباً چھ ماہ حضرت حسنؓ خلیفہ رہے مگر صرف حجاز وغیرہ کے اور وہ لوگوں کے لیے بہتر تھے۔ (۵) پھر انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت ان کے

سپرد کردی اور بقول حضرت علیؓ وہ بھی امت کے حق میں بہتر تھے حضرت حسنؓ کی حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ علی التعیین نام لے کر کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا کہ فلاں میرے بعد تم پر خلیفہ ہوگا مگر اشارۃً و کنایۃً سے آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت واضح فرمادی۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خواب بیان کیا کہ ایک کنواں تھا اس پر ڈول تھا آپؐ نے کنوئیں سے پانی نکالا آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے پانی نکالا پھر حضرت عمرؓ نے نکالا (محصلہ بخاری ص ۵۱۷ ج ۱ و مسلم ص ۲۷۵ ج ۲ و مشکوٰۃ ص ۵۵۷)

(۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو المصطلق نے مجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپؐ سے دریافت کرو کہ آپ کے بعد ہم زکوٰۃ و صدقات کس کو دیں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو دینا پھر انہوں نے دوبارہ بھیجا کہ ان کے بعد ہم کس کو دیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ عمرؓ کو دینا انہوں نے سہ بارہ بھیجا کہ عمرؓ کے بعد ہم کس کو دیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ کو دینا (محصلہ، مستدرک ص ۷۷ ج ۳ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

چونکہ شرعاً اموال ظاہرہ یعنی زمینوں، باغات اور مال مویشی کی زکوٰۃ و عشر خلیفۂ وقت ہی وصول کرتا ہے اصالۃً یا نیابۃً اس لیے اس صحیح روایت سے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت ثابت ہوگئی۔

(۳) حضرت سفینہؓ (قیس اصلی نام تھا مستدرک ص ۶۰۶ ج ۳) سے روایت

ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد (نبوی) تعمیر کی تو پہلا پتھر آپ نے رکھا اس کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے اور ان کے پتھر کے ساتھ حضرت عمرؓ نے اور ان کے پتھر کے ساتھ حضرت عثمانؓ نے پتھر رکھدیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

هؤلاء ولاة الامر من — یہ میرے بعد حکام اور والی امر ہونگے

بعدی (مستدرک صہ ۱۳/ج۳ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

اور اسلامی تاریخ تواتر سے بتلاتی ہے کہ ایسا ہی ہوا اور اسی ترتیب سے یہ حضرات خلفاء ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی مرض الوفات میں حضرت ابوبکرؓ کو اپنے مصلّٰی پر کھڑا کر کے ان کی وجہ تقدیم واضح اور ظاہر کر دی اور وہی لوگوں کو نمازیں پڑھاتے رہے اسی طرح ایک بی بی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کوئی بات کرنا چاہتی تو آپؐ نے فرمایا پھر آنا اس نے کہا کہ اگر میں آپ کے پاس آؤں اور آپ وفات پا چکے ہوں تو پھر میں کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ

فأتی ابابکرؓ — پھر تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔

(بخاری صہ ۵۱۶/ج۱ مسلم صہ ۲۷۳/ج۲ مشکوٰۃ صہ ۵۵۵/ج۲)

یہ صحیح احادیث حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو بالکل واضح سے واضح تر کرتی ہیں اور اپنے مصلّٰی پر حضرت ابوبکرؓ کو کھڑا کرنا تو بمنزلہ نص کے ہے صرف ایک ہی نماز آپؐ کی لاعلمی میں حضرت عمرؓ نے پڑھائی تو اس پر آپؐ سخت ناراض

اور فرمایا کہ

فاین ابوبکرؓ یأبی اللہ ذٰلک والمسلمون یأبی اللہ ذٰلک والمسلمون ۔ وفی روایۃ قال لا لا لیصل للناس ابن ابی قحافۃ (ابوداؤد ص ۲۸۵ ج ۲)

ابوبکرؓ کہاں ہے؟ اس کے بغیر کسی کو آگے کرنے کا اللہ تعالیٰ بھی انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی (دو دفعہ آپؐ نے یہ فرمایا) اور ایک اور روایت میں ہے نہیں نہیں چاہیے کہ لوگوں کو ابوقحافہ کا بیٹا ابوبکرؓ ہی نماز پڑھائے

اور ناراضگی کی وجہ یہ بھی کہ اس سے حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب پر زد پڑنے کا خدشہ تھا لہٰذا آپؐ ناراض ہوئے سچ ہے ع

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

دوسرے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قلبی خواہش حضرت ابوبکرؓ کو خلافت کے لیے نامزد کرنے کی تھی اس لیے آپؐ نے کاغذ اور قلم دوات طلب کیے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تھی اور وہ امت میں خیر اور بہتر تھے اور مؤمن بھی کسی اور پر راضی نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر میں اس پر مطمئن بھی تھے اس لیے یہ ارادہ ترک کر دیا اور یہ بات صرف مفروض ہی نہیں بلکہ صحیح روایات سے ثابت ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ

قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابا بکرؓ اباک واخاک

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں مجھ سے کہا کہ اپنے باپ ابوبکرؓ اور بھائی (عبدالرحمٰنؓ) کو بلاؤ کہ

حتیٰ اکتب کتاباً فانی
اخاف ان یتمنیٰ متمنٍ و
یقول قائل انا اولیٰ ویأبی
اللہ والمؤمنون الا ابابکرؓ
(مسلم ص ۲۷۳ ج ۲ واللفظ لہ، والدارمی ص ۲۳
ومشکوٰۃ ص ۵۵۵ ج ۲)

میں ایک تحریر لکھ دوں اس لیے
کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی آرزو کرنے
والا یہ نہ کہہ دے کہ (خلافت کے لیے)
میں بہتر ہوں مگر اللہ تعالیٰ بھی اور مؤمن
بھی ابوبکرؓ کی خلافت کے بغیر کسی اور کی
خلافت کا انکار کرتے ہیں۔

اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ ہی کو خلافت لکھ کر دینا چاہتے تھے لیکن خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ بھی منظور نہیں کرتا اور مؤمن بھی انکار کریں گے کہ حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور کو خلافت ملے اس لیے یہ ارادہ آپؐ نے ترک کر دیا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے۔

فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ....
لقد هممت او اردت ان
ارسل الی ابی بکرؓ وابنہ
فاعهد ان یقول القائلون
او یتمنی المتمنون ثم
قلت یأبی اللہ ویدفع المؤمنون
او یدفع اللہ ویأبی المؤمنون

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا...... بے شک میں ارادہ کر چکا تھا
کہ ابوبکرؓ اور اس کے بیٹے کو پیغام
بھیجوں وہ آئیں اور ابوبکرؓ کو ولی عہد بنا دوں
تاکہ کہنے والے اور آرزو کرنے والے کچھ نہ
کہہ سکیں پھر میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
ابوبکرؓ کے بغیر کسی اور کا انکار کرتا ہے
اور مؤمن مدافعت کریں گے یا یہ فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ مدافعت کرتا ہے اور مومن انکار کریں گے (بخاری ص۸۴۸ ج۲ و ص۱۰۷۲ ج۲)

اس سے بالکل واضح ہوگیا کہ جو چیز آپ تحریر کرکے دینا چاہتے تھے وہ ابوبکرؓ کی خلافت تھی مگر بعد کو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلافت و امارت تحریر کرکے دینے کا ارادہ اس لیے ترک کر دیا کہ آپ کو یقین ہوگیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی اور مومن بھی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے بغیر کسی اور پر راضی نہیں ہوں گے لہٰذا تحریر کی ضرورت نہیں پڑی ؎

اُسے کس پیار سے سب دیکھتے ہیں ‏ ‏ ‏ خدا کا ہو کے پیارا ہوگیا وہ

وخامساً[۲۵] تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ کاغذ لانے کے مامور حضرت عمرؓ نہ تھے بلکہ حضرت علیؓ تھے اور ھجر کا لفظ حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں اور یہ کہ اھجر کا جملہ اور حضرات نے کہا تھا اور ھجر کے معنیٰ ہذیان ہی نہیں جدائی اور فراق کے بھی ہیں اور اگر ہذیان کے معنیٰ میں بھی ہوں تو ہمزہ استفہام انکاری ہے جس سے ہذیان کا اثبات نہیں بلکہ نفی ہے حضرت عمرؓ سے اس موقع پر (بلکہ کسی بھی موقع پر) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا کوئی لفظ ثابت نہیں جس سے ہذیان اور توہین کا پہلو نکلتا ہو اُن سے اس مقام پر جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ۔

ان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قد غلب علیہ الوجع وعندنا کتاب اللّٰہ حسبنا الحدیث (بخاری ص۲۲ ج۱)	بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف غالب ہے اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے۔ جو ہمیں کافی ہے۔

اس بیان سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت حسن عقیدت اور خیر خواہی کا پہلو ہی واضح ہے کہ آپ کو تکلیف زیادہ ہے اس لیے آپ کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہیئے اور فرمایا کہ ہم میں اختلاف اور افتراق کیوں ہو گا جب کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم ہمارے پاس موجود ہے جس میں یہ حکم بھی ہے

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا — اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ مت ڈالو۔
وَلَا تَفَرَّقُوا (پ، آل عمران۔ رکوع)

غرضیکہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی اگر جناب خمینی صاحب کی اس منطق سے کام لیا جائے تو حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی زد میں ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا جناب خمینی صاحب اپنے کفر اور زندقہ کے تھیلے سے ان کی تکفیر کا بھی کوئی تیر نکالتے ہیں یا وہ تیر صرف حضرت عمرؓ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کے لیے ہی وقف ہیں؟ ایک حوالہ تو پہلے گذر چکا ہے کہ خود حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طبق (کاغذ) لانے کا حکم دیا مگر میں تعمیل نہ کر سکا دوسرا حوالہ ملاحظہ کر لیں۔ حضرت براءؓ بن عازب کی طویل روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر قریش کے نمائندہ سہیل بن عمرو سے صلح کی شرطیں طے کیں اور حضرت علیؓ نے صلح کی تحریر لکھی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھوائی تو اس میں یہ بھی تھا۔

ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ — یعنی ان شرائط پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح کی

قریش کا نمائندہ بولا اگر ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول تسلیم کریں تو پھر آپ سے لڑائی کیوں کریں، آپ محمد بن عبداللہ تحریر کرائیں اس پہ خاصی بحث اور لے دے ہوئی بالآخر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فقال لعلیؓ امح رسول اللہ قال لا واللہ لا امحوک ابداً الحدیث (بخاری ص ۳۷۲ و ۴۵۲ ج ۱ مسلم ص ۱۰۴ ج ۲ و مشکوٰۃ ص ۳۵۵ ج ۲)

حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ کے الفاظ کاٹ دو انہوں نے فرمایا خدا تعالیٰ کی قسم میں ہرگز نہ کاٹوں گا۔

اس صحیح حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام لیکر حضرت علیؓ کو لفظ رسول اللہ مٹانے کا حکم دیا تھا لیکن حضرت علیؓ نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں ہرگز نہیں مٹاؤں گا بقول خمینی صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی جبرائیل کے بغیر تو بولتے نہ تھے لہذا یہ ارشاد وحی سے ہی ہوگا تو وہ تمام آیات جو خمینی صاحب نے حضرت عمرؓ کے مخالفِ قرآن اور مخالفِ رسول ہونے پر نقل کی ہیں اور پھر حضرت عمرؓ پہ کفر اور زندقہ کا فتویٰ لگایا ہے کیا وہ ساری کاروائی اول سے لے کر آخر تک حضرت علیؓ پر فٹ نہیں ہوتی؟ یقیناً ہوتی ہے۔ یا تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں کو کافر کہو اور یا دونوں کی تکفیر سے اپنی زبان بند رکھو۔

ظالم تو لب سی ڈے یہ اچھا ہو گا ۔۔۔ تیری بات پہ اچھا اچھا کون کرے

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ حضرت علیؓ کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرنا اہل السنت والجماعت ہی کی

کتابوں میں نہیں بلکہ خمینی صاحب کے معتمد علیہ قدوۃ المحدثین۔ عمدۃ المجتہدین شیخ الاسلام ملا باقر مجلسی (وغیرہ) نے بھی اسے نقل اور تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ غزوۂ حدیبیہ کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ

حضرت فرمودہ من رسول خدایم ہر چند شما اقرار نکنید پس گفت یا علیؓ محو کن آن را و محمد بن عبداللہ بنویس چنانچہ او میگوید حضرت امیر فرمودہ کہ من نام ترا از پیغمبری ہرگز محو نخواہم کرد پس حضرت رسول بدست مبارک خود آن را محو کرد اھ

(حیات القلوب ص ۴۸۳ ج ۲ طبع لکھنؤ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کے نمائندہ سے) فرمایا کہ اگرچہ تم اقرار نہیں کرتے مگر میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں اور آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ کو مٹادو اور محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لکھو جیسا کہ قریش کا نمائندہ کہتا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپؐ کا نام پیغمبری سے ہرگز نہیں مٹاؤں گا پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے لفظ رسول اللہ کاٹ دیا الخ

شیعہ اور خمینی کے اس محقق کے حوالہ سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت علیؓ نے جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام لے کر ان کو حکم دیا تھا آپؐ کے حکم کی تعمیل نہیں کی اگر حضرت عمرؓ خمینی صاحب اور ان کی جماعت کے ہاں کافر ہیں تو اس کی معقول وجہ کیا ہے؟ اگر حضرت علیؓ کفر سے بچتے ہیں تو اس کا سبب کیا ہے؟ مگر ع

مانگے وفا کی سند اہل جفا سے امین　　گردش ایام خوب چرخ کہن واہ واہ

باب پنجم

روافض کے مذہب کے بطلان اور ان کی خارج از اسلام ہونے کی تین بنیادی باتیں تو قارئین پوری تفصیل سے پڑھ چکے ہیں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں مگر طلبۂ علم کے افادہ کے لیے ان کے بعض حیا سوز اور اہم نظریات مزید پیش کیے جاتے ہیں تاکہ خواص و عوام ان سے بخوبی آگاہ ہو سکیں۔

بدار کا عقیدہ

جملہ اہل اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازل و ابد کو محیط ہے اور کوئی بھی ہونے والا واقعہ اس سے مخفی نہیں اور اس کے فیصلہ میں کبھی غلطی نہیں ہوئی اور نہ ہوتی ہے اور شیعہ اور امامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے بارے بدار کا عقیدہ رکھنا ایک بہت ہی بڑی عبادت ہے۔ چنانچہ اصولِ کافی میں ہے۔

عن احدهما عليهما السلام قال ما عبد الله بشیٔ مثل البداء۔ (اصول کافی کتاب التوحید جز دوم باب بست	امام محمد باقرؒ یا امام جعفر صادقؒ میں کسی ایک سے یہ روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کسی چیز سے ایسی نہیں ہوتی جیسا کہ بدا کے عقیدہ

وچہارم باب البداء ص ۲۲۸ — سے ہوتی ہے

طبع لکھنؤ و ص ۱۴۶ ج ۱ طبع تہران)

اور ص ۲۲۹ و طبع تہران ص ۱۴۶ ج ۱ میں ہے :

ماعظم اللہ بمثل البداء — یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم جیسے بدار سے ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہیں ہوتی۔

بدار کے معنی ظہور و انکشاف کے ہیں یعنی پہلے ایک چیز معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو معلوم نہیں ہوتی۔ پھر وہ اس پر ظاہر ہوتی ہے، اور اس کا ظہور ہو جاتا ہے بالفاظ دیگر معاذ اللہ تعالیٰ پہلے اللہ تعالیٰ ایک چیز کو نہیں جانتا اور اس سے جاہل رہتا ہے پھر وہ چیز اس پہ واضح ہو جاتی ہے اور اس کو اس کا علم ہو جاتا ہے اس بدار کے عقیدہ کے پیش نظر شیعہ اور امامیہ کا یہ مذہب معلوم ہوا کہ معاذ اللہ تعالیٰ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو جاہل جاننا ایک بہت ہی بڑی عبادت ہے کہ اس جیسی اور کوئی عبادت نہیں ہے شیعہ اور امامیہ تقیہ سے کام لیتے ہوئے عوام کو غلط فہمی اور اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بدار کا یہ معنی اور مفہوم نہیں مگر یہ سب کچھ دفع الوقتی ہے اصول کافی ہی میں ہے کہ

بدا للہ فی ابی محمد بعد ابی جعفر مالم یکن تعرف لہ کما بدا لہ فی موسیٰ — ظاہر ہوا اللہ تعالیٰ پہ ابوجعفر کے بعد ابو محمد کے بارے میں وہ کچھ جو اس سے پہلے اس پر منکشف نہ ہوا تھا جیسا کہ ظاہر ہوا

بعد مضی اسمٰعیل ماکشف
بہ عن حالہ الخ (اصول کافی
کتاب الحجۃ جزو سوم باب ھفتاد
وچہارم باب الاشارۃ والنص

خدا کے لیے موسیٰ کے بارے میں اسمٰعیل
کے بعد (یعنی موسیٰ کاظم اور اسمٰعیل پسران
جعفر بن محمد) وہ کچھ جس سے اس کا حال
منکشف ہوگیا۔

علی ابی محمد ص ۳۸۲ طبع لکھنو وطبع تہران ص ۳۲۷/ج ۱)

اور یہ حوالہ کافی ص ۳۲۸/ج ۱ طبع ایران میں بھی ہے اس میں مالم یکن یعرف لہ کے الفاظ ہیں۔

اس عبارت میں کما بدا للہ اور ماکشف بہ عن حالہ کے الفاظ اس کو عیاں کرتے ہیں کہ بدا کے یہی معنیٰ ہیں کہ ایک چیز پہلے معلوم نہ تھی اور بعد کو معلوم ہوئی اور علامہ خلیل قزوینی بدا کا معنی کرتے ہیں۔

ظاہر شدن چیزے برائے کسے بعد
از پنہاں بودن آں از آنکس خواہ
آں چیز مصلحت در کارے باشد
وخواہ مفسدہ باشد خواہ غیر اینہا
باشد مثل بَدَا لَھُمْ مَالَمْ
یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ واثبات
بدا باین معنی برائے اللہ تعالیٰ جائز
نیست مگر بنوعے از مجاز وغلط
امر اولیاء او باد

ظاہر ہونا کسی چیز کا کسی پر بعد اس کے
مخفی ہونے کے اس سے خواہ وہ چیز
کسی کام کی مصلحت کے بارے میں ہو یا
مفسدہ یا ان کے علاوہ کسی اور چیز کے
بارے میں ہو جیسا کہ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے)
ظاہر ہوئی ان کے لیے وہ چیز جس کا وہ
گمان بھی نہیں کرتے تھے اور اس معنیٰ
میں بدا کا اثبات اللہ تعالیٰ کے لیے
جائز نہیں ہے مگر مجاز کے طریقے اور

(صافی مع الکافی کتاب التوحید جلد دوم صفحہ ۲۲۸) اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو اس کے ساتھ گٹھ جوڑ کرتے شیعہ وامامیہ کے بداء والی رام کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے منجانب اللہ تعالیٰ اپنے بڑے فرزند اسماعیل کے بارے یہ اعلان کیا کہ وہ میرے بعد امام ہوگا گویا اللہ تعالیٰ کے اعلان کے مطابق حضرت امام جعفر صادقؒ کی وفات کے بعد ان کے بڑے بیٹے اسمٰعیل کو امامت ملنی تھی لیکن خدا تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ اسمٰعیل سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کوئی ایسا کام سرزد ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ پسند نہ آیا اور اسمٰعیل اپنے والد محترم حضرت امام جعفرؒ کی زندگی ہی میں وفات پاگئے اور ان کے بارے خدا تعالیٰ کا فیصلہ صحیح اور درست ثابت نہ ہوا لیکن امام جعفرؒ کے آدھے مرید وعقیدتمند اسماعیل ہی کی امامت کے قائل رہے یہی فرقہ اسماعیلی اور آغا خانی کہلاتا ہے جو شیعہ کا ایک طبقہ ہے اللہ تعالیٰ کا (معاذ اللہ تعالیٰ) پہلا فیصلہ غلط نکلا اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کے چھوٹے بھائی موسیٰ کاظم کو امام جعفر صادقؒ کے بعد امامت عطا کردی اور وہ امام قرار پائے۔

قارئین کرام ملاحظہ کریں کہ شیعہ اور امامیہ کے نزدیک خدا تعالیٰ کی غلطی اور جہالت کا عقیدہ ایک بہت ہی بڑی عبادت ہے کہ اس جیسی اور کوئی عبادت نہیں اور بقول ان کے اللہ تعالیٰ کے غلط کار اور جاہل ہونے کا نظریہ اس کی تعظیم کا نظریہ ہے نہ کہ توہین کا (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے بداء کا ظہور دوسری مرتبہ یوں ہوا کہ امام تقیؒ کے بڑے فرزند امام ابو جعفر محمدؒ کی امامت کا منجانب اللہ اعلان کرایا گیا کہ امام تقیؒ کے بعد ان کے بیٹے ابو جعفر محمدؒ امام ہوں گے مگر (معاذ اللہ تعالیٰ) اللہ تعالےٰ کا اعلان اور فیصلہ اس موقعہ پہ بھی درست اور صحیح ثابت نہ ہوا اس لیے کہ

امام ابوجعفر محمدؒ کی وفات اپنے باپ کی زندگی ہی میں ہو گئی اور ان کے امامت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا بلکہ امام تقیؒ کی وفات کے بعد ان کے فرزند ابو محمد حسن عسکریؒ کو امامت مل گئی اور اللہ تعالیٰ کا پہلا فیصلہ یہاں بھی (معاذ اللہ تعالیٰ) بدا ہوا اور غلط ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ کو امام ابوجعفر محمدؒ کی زندگی کا پتہ نہ چل سکا ؎

اک مشت خاک ہے اور وہ بھی ہوا کی زد میں ہے
زندگی کی بے بسی کا استعارہ دیکھنا

قارئین کرام! ان تاریخی واقعات کی روشنی میں جو اصول کافی جیسی کتاب میں مذکور ہیں علمی اور تحقیقی طور پر بدا کا مطلب بغیر جہالت اور غلط فیصلہ کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ ادھر ادھر کی باتوں اور تاویلوں سے اس بھاری چٹان کو اپنی جگہ سے ہٹانا یا سرکا دینا کوئی آسان کام نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ قزوینی جیسے منطقی اور فلسفی کو بھی یہ کہنا پڑا کہ بدا بمعنی جہالت کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں مگر مجازی طور پر اور اولیاء اور ائمہ کرامؒ کو خدا تعالیٰ سے مخلوط اور گڈمڈ کر کے بایں طور کہ یہ بدا کا ظہور تو حضرات ائمہ کرامؒ کے حق میں ہوا کہ ان کی رائے۔ فیصلہ اور اعلان درست نہ ہوا مگر چونکہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ خدا تعالیٰ سے مخلوط اور اس میں گڈمڈ ہیں تو گویا یوں مجازاً درست ہے کہ ائمہؒ کا غلط فیصلہ اور جہالت (معاذ اللہ تعالیٰ) گویا اللہ تعالیٰ کی غلطی اور جہالت ہے مگر بنوع از مجاز و خلط اولیاء و اوباء کا یہی مفہوم ہے لیکن یہ تاویل بھی انتہائی کمزور اور بے تکی ہے اولاً اس لیے کہ خالق و مخلوق کو گڈمڈ کرنا خالص کفر ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے اتحادیہ اور حلولیہ فرقہ کو پہلے

کافر کہا پھر ان کا عقیدہ بتایا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ الآیۃ (پ ۶۔ المائدہ)

البتہ تحقیق سے وہ کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم (میں مخلوط اور گڈمڈ) ہے۔

وثانیاً اس لیے کہ باحوالہ یہ بات (ص ۸۵ میں) بیان ہو چکی ہے کہ شیعہ وامامیہ کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے اور اس سے غلطی۔ بھول چوک اور لغزش صادر نہیں ہوتی جب کسی امام سے بار بار کی صورت میں غلطی صادر ہوئی تو وہ معصوم تو نہ رہے پھر ان کی معصومیت کے گیت گانے کا کیا مطلب؟

وثالثاً اس لیے کہ شیعہ وامامیہ کے عقیدہ کے رو سے حضرات ائمہ کرام کو قیامت تک ہونے والے تمام امور کا علم ہوتا ہے جب وہ علم غیب سے متصف ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) تو قیامت تک کے واقعات میں کسی بات سے بے خبری اور لاعلمی کا کیا معنیٰ؟

اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ

ان الائمة علیهم السّلام یعلمون ما کان وما یکون وانہ لا یخفی علیهم شئ صلوات اللہ علیهم (اصول کافی ص ۲۶۰ ج ۱)

بے شک حضرات ائمہ کرام علیہم السلام جو کچھ پہلے ہو چکا اس کو بھی اور جو کچھ آئندہ ہوگا اس کو بھی جانتے ہیں اور ان پر کوئی شئ مخفی نہیں رہتی۔

اس کے بعد پھر کلینی نے حضرت امام جعفرؒ سے روایتیں نقل کی

ہیں جن میں سے پہلی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام جعفرؒ نے اپنے خاص رازداں
کی مجلس میں فرمایا کہ اگر میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے پاس ہوتا
تو میں ان کو بتلاتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور میں ان کو وہ
چیزیں بتاتا جن کا انہیں علم نہیں تھا کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام
کو تو صرف مَاکَانَ کا علم حاصل تھا اور مایکون اور جو کچھ قیامت تک
ہونے والا ہے اس کا علم انہیں عطا نہیں کیا گیا اور ہم کو وہ علم جناب رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بطور وراثت حاصل ہوا ہے (اصول کافی ص
اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ حضرات ائمہ کرامؒ پر تا قیامت کوئی شئی مخفی نہیں
ہے تو پھر بداء اور ظہور کا کیا معنی!؟

ورابعاً اس لیے کہ اصول کافی کی عبارت میں مالم یکن
تعرف لہ۔ مالم یکن یعرف لہ اور کما بدا اللہ لہ بعد مضی
اسماعیل ما کشف بہ عن حالہ وغیرہ تمام جملے اس کو متعین کرتے
ہیں کہ اس مقام پر بداء کا معنیٰ جہالت اور غلطی ہی کی ہے۔ اور کوئی معنی اس
مقام پر فٹ نہیں ہوتا ہے

ترے سوا بھی کئی رنگ خوش نظر تھے مگر
جو تجھ کو دیکھ چکا ہو وہ اور کیا دیکھے

تقیہ

مذہب اسلام میں بغیر کسی اشد مجبوری کے جھوٹ بولنا بڑا گناہ اور سنگین
جرم ہے مگر شیعہ اور امامیہ کے نزدیک اصل بات کو چھپانا، جھوٹ
بولنا اور تقیہ کرنا خالص دین ہے بلکہ ان کے نزدیک دین کے نو حصے جھوٹ

اور تقیہ میں مضمر ہیں۔

چنانچہ اصول کافی میں تقیہ کا مستقل باب ہے اس میں امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؒ کا یہ ارشاد ہے کہ

ان تسعة اعشار الدين فی التقية	بے شک دین کے نو حصے تقیہ میں ہیں
ولا دين لمن لا تقية له	اور جو شخص تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے
ومع الصافی جزء چہارم حصہ دوم ص۱۲	
(اصول کافی ص۲۱۷ ج۲ طبع تہران)	

اور امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؒ اپنے والد امام محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں۔

سمعت ابی يقول لا والله ما علی وجه الارض شئ احب الی من التقية	میں نے اپنے والد محترم سے سنا انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم روئے زمین پر مجھے کوئی چیز تقیہ سے زیادہ محبوب نہیں
يا حبيب انه من كانت له تقية رفعه الله يا حبيب انه من لم تكن له تقية وضعه الله - (اصول کافی ص۲۱۷ ج۲ طبع ایران) ومع الصافی جزء چہارم حصہ دوم ص۱۴)	(امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں) اے حبیب (بن بشر) جو شخص تقیہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا اور جو تقیہ نہیں کرے گا اسے ذلیل کرے گا۔

اصول کافی کے ان واضح اور صریح حوالوں سے ثابت ہوا کہ تقیہ شیعہ کے نزدیک روئے زمین کی تمام اشیاء سے محبوب ترین چیز ہے کہ دین کے

نو حصے اسی میں شامل ہیں۔ اور اسی میں عزت رفعت اور درجات کی بلندی منحصر ہے یعنی جھوٹ میں ثواب ہے ؎

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا — تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

اور جو تقیہ سے کام نہیں لے گا تو وہ بے دین بھی ہوگا اور اللہ تعالےٰ اُسے قعرِ ذلت میں بھی ڈال دے گا۔ کھلی بات ہے کہ عزت اور دین کو چھوڑ کر کون ذلت اور بے دینی کو گوارا کر سکتا ہے؟

اور حضرت امام جعفر صادقؒ ہی اپنے ایک شاگرد اور مرید سے یوں گویا ہیں کہ

یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ (اصول کافی ص۲۲۲ طبع تہران) ومع الصافی جزء چہارم حصہ دوم ص۲۴)

اے سلیمان (بن خالد) تم ایسے دین پر ہو جو اس کو چھپائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے عزت دے گا اور جو دین کو ظاہر اور اسے شائع کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کرے گا۔

دُنیا والوں کا طریق ہے کہ وہ عزت اور شہرت حاصل کرنے کے لیے زمین کی خاک (؟) چھانتے ہیں اور بے حد دولت خرچ کر کے عزت حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور شیعہ کے قاعدہ کے مطابق دین کو چھپانے سے ہی عزت حاصل ہوتی ہے اور عزت بھی اہل دُنیا کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو پھر جو اس عہدہ جلیلہ کو جو حاصل نہ کریگا اس سے زیادہ بدبخت اور کون ہو سکتا ہے؟ ؎

اور کیا بخشیں گے اک تقدیر کے مارے کو آپ
عشق اور رسوائی دنیا مجھے دے دیجئے

روافض کے مشہور مستند اور محقق صدوق بن بابویہ قمی اپنے رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں کہ

والتقية واجبة لا يجوز رفعها الى ان يخرج القائم فمن تركها قبل خروجه فقد خرج عن دين الله تعالىٰ وعن دين الامامية و خالف الله ورسوله والائمة

(رسالہ اعتقادیہ مع اردو شرح احسن الفوائد ص۴۷۲ طبع سرگودھا)

تقیہ واجب ہے اس کا ترک کرنا جائز نہیں اس وقت تک جب تک کہ القائم امام مہدی کا ظہور نہ ہو جس نے ان کے ظہور سے پہلے اسے چھوڑا تو وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور امامیہ (روافض) کے دین سے نکل جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور حضرات ائمہ کا مخالف ہوگا۔

متعہ

لغوی طور پر متعہ کا مطلب فائدہ کے ہیں اور شیعہ امامیہ کی اصطلاح میں متعہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مرد بغیر عورت کے ولی، گواہوں اور نکاح خواں وغیرہ کے کسی بے خاوند غیر محرم عورت سے متعین وقت کے لیے خواہ دن ہو یا رات یا صرف گھنٹہ دو گھنٹے معاملہ طے کرلے اور اس وقت کے اندر وہ جماع وہمبستری کریں اور خوب داد عیش دیں متعہ کرنے والے مرد پر اس عورت کے نان و نفقہ لباس و رہائش وغیرہ کسی بوجھ کی ذمہ داری نہیں ہوتی بس مقرر کردہ اجرت ہی دینا پڑتی ہے اور خمینی صاحب لکھتے ہیں کہ۔

متعہ کم سے کم مدت کے لیے بھی کیا جاسکتا ہے لیکن بہرحال مدت اور وقت کا تعین ضروری ہے۔ (تحریر الوسیلہ ص۲۹۰ ج۲)

اور یہ کارروائی ان کے نزدیک نہ صرف جائز ہے بلکہ بہت بڑے درجہ واجر کی حامل ہے۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

(۱) شیعہ و امامیہ کے مشہور اور مستند و قدیم مفسر ملا فتح اللہ کاشانی حدیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

من تمتع مرۃ فدرجتہ کدرجۃ الحسینؑ	جو ایک دفعہ متعہ کرے وہ امام حسینؓ کا
ومن تمتع مرتین فدرجتہ کدرجۃ	درجہ پائیگا اور جو دو دفعہ متعہ کریگا وہ امام حسنؓ
الحسنؑ ومن تمتع ثلاث مرات فدرجتہ	کا درجہ پائیگا اور جو تین دفعہ متعہ کرے گا
کدرجۃ علیؑ ومن تمتع	وہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ کا درجہ پائیگا
اربع مرات فدرجتہ کدرجتی	اور جو شخص چار دفعہ متعہ کرے گا وہ
(تفسیر منہج الصادقین ص ۳۵۶/۲)	(یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ
	پائے گا۔

اگر معاذ اللہ تعالیٰ متعہ اور زنا سے یوں درجات حاصل ہوتے ہیں تو پھر کنجریوں اور زانیوں سے زیادہ درجہ کسی کا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ شبانہ روز اسی شغل میں مشغول رہتے ہیں۔

(۲) ملا باقر مجلسی نے جو امامیہ اور شیعہ کے دسویں اور گیارھویں صدی ہجری کے بہت بڑے مجتہد محدث اور محقق ہیں اور جو ساٹھ کتابوں کے مصنف بھی ہیں انہوں نے متعہ کی فضیلت پر ایک مستقل رسالہ متعہ تحریر کیا ہے جو فارسی زبان میں ہے اس کا اردو ترجمہ شیعہ عالم سید محمد جعفر قدسی حائری نے کیا ہے جس کا نام عجالہ حسنہ ہے۔ جو ۱۳۱۲ھ میں امامیہ جنرل بک ایجنسی لاہور کا شائع کیا ہوا ہے اس میں ایک

طویل (مگر جعلی۔صفدر) حدیث حضرت سلمان فارسیؓ حضرت مقدادؓ بن الاسود اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نقل کی ہے اور جسے صحیح بھی قرار دیا ہے اس میں ہے۔

۱۔ جو شخص اپنی عمر میں ایک دفعہ متعہ کرے گا وہ اہل بہشت میں سے ہے۔

۲۔ دونوں (متعہ کرنے والا مرد اور عورت) کا آپس میں گفتگو کرنا تسبیح کا مرتبہ رکھتا ہے۔

۳۔ جب مرد عورت کا بوسہ لیتا ہے خدائے تعالیٰ ہر بوسہ پر انہیں ثواب حج وعمرہ بخشتا ہے۔

۴۔ جس وقت وہ عیش مباشرت میں مشغول رہتے ہیں پروردگار عالم ہر ایک لذت و شہوت پر ان کے حصہ میں پہاڑوں کے برابر ثواب عطا کرتا ہے۔

۵۔ وقت غسل جو قطرہ اُن کے موئے بدن سے ٹپکتا ہے ہر ایک بوند بوند کے عوض میں دس ثواب عطا، دس دس گناہ معاف اور دس دس درجہ مراتب ان کے بلند کیے جاتے ہیں۔

۶۔ جس وقت فارغ ہو کر غسل کرتے ہیں باری تعالیٰ عز اسمہٗ ہر قطرہ سے جو ان کے بدن سے جدا ہوتا ہے ایک ایسا ملک (فرشتہ) خلق (پیدا) کرتا ہے جو قیامت تک تسبیح وتقدیس ایزدی بجالاتا ہے اور اس کا ثواب ان کو (یعنی متعہ کرنے والے مرد اور عورت کو) پہنچتا ہے۔

(عجالہ حسنہ ترجمہ رسالہ متعہ مؤلفہ علامہ باقر مجلسی اصفہانی ص ۱۴ تا ص ۱۶ طبع لاہور)

۷۔ اس کے بعد ملا باقر مجلسی نے متعہ کی فضیلت کی دوسری مختصر حدیث یہ بیان

کی ہے۔ حضرت سید عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا جس نے زن مومنہ سے متعہ کیا گویا اس نے ستر مرتبہ خانۂ کعبہ کی زیارت کی (عجالہ حسنہ ص۱۶)

۸۔ یہ لوگ بجلی کی طرح صراط سے گزر جائیں گے ان کے ساتھ ساتھ ستر صفیں ملائکہ کی ہوں گی دیکھنے والے کہیں گے یہ ملائک مقرب ہیں یا انبیاء و رسل فرشتے جواب دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سنت پیغمبر کی اجابت (یعنی بجا آوری اور تعمیل) کی ہے اور وہ بہشت میں بغیر حساب داخل ہوں گے ....
یا علیؓ! برادر مومن کے لیے جو سعی کریگا اس کو بھی انہی کی طرح ثواب ملے گا (عجالہ حسنہ ص۱۷) مزید سنیئے۔

۹۔ پوشیدہ نہ رہے کہ زن بالغہ عاقلہ اگرچہ باکرہ (کنواری) ہو صحیح ترین اقوال کے مطابق اسے متعہ کرنے میں اجازت ولی کی احتیاج نہیں ہے (عجالہ حسنہ ص۲۲)

۱۰۔ اور قبل گذرنے عدت زوجہ کے سالی سے متعہ کرنا جائز ہے (عجالہ حسنہ ص۲۴)

قارئین کرام! جب متعہ پر اس قدر اور اتنا ثواب مرحمت ہوتا ہے تو کون بدبخت اس نعمت عظمیٰ اور غنیمت باردہ سے محروم رہ سکتا ہے؟ اور کون کم بخت دنیا کی لذت اور آخرت کے ثواب کی تحصیل سے جان چرائیگا۔ ہم خرما و ہم ثواب ممکن ہے دنیا کی لذت کا دلدادہ کوئی متعہ باز یہ کہدے کہ

اک حقیقت سہی فردوس میں حوروں کا وجود
حسن انسان سے نمٹ لوں تو وہاں تک دیکھوں

(۳) متعہ کے لیے کوئی نیک عورت ہی شرط نہیں زانیہ سے بھی متعہ جائز ہے مگر باکراہت۔ چنانچہ شیعہ کے امام خمینی لکھتے ہیں کہ

يجوز التمتع بالزانية على	زانیہ عورت سے متعہ کرنا بھی جائز ہے
كراهة خصوصاً لو كانت	مگر کراہت کے ساتھ خصوصاً جب کہ
من العواهر المشهورات	وہ مشہور پیشہ ور زناکاروں میں سے ہو اور
بالزنا وان فعل فيمنعها	اگر اس سے متعہ کرے تو اس کو بدکاری
من الفجور (تحریر الوسیلہ ص ۲۹۲ ج ۲)	کے پیشہ سے روکے

خمینی صاحب نے عجیب گورکھ دھندہ بتایا ہے کہ زانیہ سے مع الکراہتہ متعہ تو جائز ہے مگر اس کو بدکاری سے منع کرے متعہ بھی تو زنا ہی ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خود تو اس سے زنا کرتا ہے لیکن اس عورت کو اور لوگوں سے زنا کرنے سے روکے اور اُسے اپنے لیے ہی مختص کرے کہ داشتہ آید بکار اور یا یہ مطلب ہے کہ اُجرت کے بغیر اُسے زنا سے منع کرے تاکہ مفت میں وہ مزے نہ اڑاتی رہے بلکہ خوراک و پوشاک وغیرہ کے لیے لوگوں سے کچھ رقم بھی بٹورتی رہے اور حسن و عشق کی قدر بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے ایسا نہ ہو کہ سد کھو بیٹھے۔ حسن و عشق کے جھگڑوں میں کچھ قدر نہ کی ہم نے تم جوانی تیری

متفرقات

(۱) کربلا کی کعبہ پر فضیلت

اہل حق یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ زمین کے ایک خطے کے علاوہ جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدفون ہیں (کیونکہ وہ کعبہ کرسی اور عرش سے بھی افضل ہے۔ ملاحظہ ہو درمختار ص ۱۳۷ ج ۱ طبع نولکشور لکھنؤ و بدائع الفوائد ص ۱۳۵ ج ۳)،

لابن القیمؒ و خصائص الکبریٰ ص۲۰۳ للسیوطیؒ)

تمام روئے زمین کے خطوں میں کعبۃ اللہ افضل ہے لیکن شیعہ اور امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ کربلا کو کعبہ پر بھی فضیلت حاصل ہے چنانچہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؒ کے ذمہ یہ روایت لگائی کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ بلاشبہ زمین کے مختلف خطوں نے ایک دوسرے پر فضیلت اور برتری کا دعویٰ کیا۔ سو کعبۃ اللہ نے بھی کربلا پر اپنے فخر اور برتری کا دعویٰ کیا۔

حق تعالیٰ وحی فرمود بکعبہ کہ ساکت شود فخر بر کربلا مکن (حق الیقین ص۱۴۵) — تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو وحی بھیجی کہ خاموش ہو جاؤ اور کربلا پر فخر و برتری کا دعویٰ مت کرو۔

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ شیعہ و امامیہ کے نزدیک کربلائے معلیٰ کا درجہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شیعہ امیر مینائیؒ کی زبان میں یہ کہہ دیں۔ ؎

دیر کی تحقیر کر اتنی نہ اے شیخ حرم
آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بُت خانہ تھا

۲۔ عقیدۂ امامت کا درجہ

جملہ اہل اسلام اس نظریہ اور عقیدہ پر قائم ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) حج (۵) روزۂ رمضان (بخاری ص۶ ج۱ و مسلم ص۳۲ ج۱) مگر شیعہ اور امامیہ کے نزدیک بروایت امام ابو جعفر محمد باقرؒ انہوں نے فرمایا کہ

بنی الاسلام علی خمس علی الصلوٰۃ والزکوٰۃ والصوم والحج والولایۃ ولم ینادبشیٔ ما نودی بالولایۃ	اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور امامت (یعنی عقیدہ امامت کو تسلیم کرنا) اور ان ارکان میں سے کسی رکن کے بارے میں اتنا اہم اعلان اور تاکید نہیں کی گئی جتنی کہ امامت کے بارے میں
(اصول کافی ص ۱۸/۲ طبع ایران)	

یعنی شیعہ وامامیہ کے نزدیک اسلام کے تمام ارکان میں عقیدہ امامت کو اولیت حاصل ہے اور اہل اسلام کے ہاں جو درجہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت کو حاصل ہے امامیہ کے نزدیک اس خانہ میں عقیدہ امامت آباد ہے شیعہ کے مشہور اور معتبر راوی ابوبصیر نے حضرت امام باقرؒ سے دریافت کیا کہ ان پانچ ارکان اسلام میں سے کون سا رکن افضل ہے؟

فقال الولایۃ افضل ۔ (اصول کافی ص ۱۸/۲ طبع ایران) تو انھوں نے فرمایا کہ عقیدۂ امامت کا ماننا افضل ہے

(۳) اہل اسلام شرعی عقلی اور فطری تقاضا کے تحت یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر کسی اشد ضرورت اور مجبوری کے کسی دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا خواہ وہ مرد ہو یا عورت مسلم ہو یا غیر مسلم جائز اور درست نہیں ہے کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ مرد کے لیے ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا حصہ پردہ ہے بلا کسی مجبوری کے اس کا ننگا کرنا یا کسی دوسرے کا اس حصہ کو دیکھنا حرام و گناہ ہے جب مرد کا یہ حصہ ممنوعہ علاقہ ہے تو عورت کا کیا پوچھنا ؟ مگر امامیہ و شیعہ نے

حضرت امام جعفر صادقؓ کے ذمہ یہ فتویٰ لگایا کہ انہوں نے فرمایا کہ

النظر الی عورۃ من لیس بمسلم مثل نظرك الی عورۃ الحمار (فروع کافی جلد دوم جزء ثانی ص۶۱)

غیر مسلم کی (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) شرمگاہ کو دیکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ گدھے کی شرمگاہ کو دیکھنا (یعنی جیسے وہ شرعاً چھپانے کی جگہ نہیں ایسے ہی یہ بھی۔

روافض انصاف سے بتائیں کہ کہاں حضرت امام جعفر صادقؒ کا تقویٰ اور ورع اور کہاں یہ بے پردگی کا سبق؟ مگر روافض کہہ سکتے ہیں کہ

نگاہ شوق کو حاصل ہے کیا کیا لطف نظارہ
کہ عریاں دیکھنا جائز ہے معشوقان کافر کا

(۴) بیوی سے لواطت اور غیر وضع فطری عمل

لواطت کی قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی میں بڑی سخت تردید آئی ہے اور اس پر شدید قسم کی وعیدیں وارد ہیں اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں

اف اف یفعل ذلك مؤمن او مسلم (مسند دارمی ص۲۵ و تفسیر ابن جریر ص۲۳۲/۱۲)

اُف اُف کیا کوئی مومن یا مسلمان بھی ایسی کاروائی کا ارتکاب کرتا ہے؟

مگر شیعہ اور امامیہ کا دستور ہی نرالا ہے الاستبصار میں ہے۔ (جو شیعہ وامامیہ کے نزدیک اصول اربعہ یعنی بنیادی چار کتابوں میں سے ایک ہے وہ چار یہ ہیں۔ اصول کافی من لا یحضرہ الفقیہ۔ احتجاج طبرسی تہذیب الاحکام) کہ سائل نے حضرت امام جعفر صادقؒ سے سوال کیا۔

عن الرجل یاتی المرأۃ فی دبرھا فقال لا باس بہ (الاستبصار ص ۲۴۳ ج ۲)
اس شخص کے بارے جو اپنی بیوی سے لواطت کرے۔ انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام خمینی لکھتے ہیں کہ مشہور اور قوی مذہب یہی ہے کہ اپنی بیوی سے لواطت جائز ہے۔ (تحریر الوسیلہ ص ۲۴۱)

اور لکھتے ہیں کہ۔ زانیہ عورت کے ساتھ متعہ کرنا جائز ہے (تحریر الوسیلہ ص ۲۹۲ ج ۲)

لیجیے شیعہ امامیہ کی ون وے ٹریفک سے جان چھوٹی کیونکہ شہوت رانی کی منزل تک پہنچنے کے لیے ان کے نزدیک لائن ڈبل ہے۔

(۵) شرمگاہ کا عاریہ

قرآن و حدیث اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ مرد کے لیے عورت کی شرمگاہ صرف دو طریقوں سے جائز ہے اوّل یہ کہ اس سے شرعی طور پہ نکاح کیا جائے دوم یہ کہ عورت ملک کے طور پہ اس کی لونڈی ہو اس کے علاوہ شرعاً جس طریقے سے عورت سے وطی اور جماع کیا جائے حرام ہے مگر شیعہ امامیہ اس سلسلہ میں بڑے فراخ دل اور سخی واقع ہوئے ہیں چنانچہ ان کے مستند راوی الحسن العطار کہتے ہیں کہ

سألت اباعبداللہ عن عاریۃ الفرج قال لا باس بہ (الاستبصار ص ۱۴۸ ج ۳)
میں نے امام ابوعبداللہ جعفر صادقؒ سے پوچھا کہ شرمگاہ کو عاریہ کے طور پر دینا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے

اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ اور امامیہ کے نزدیک استعمال کے لیے کسی دوسرے شخص کو شرمگاہ بھی دی جا سکتی ہے محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے اس شخص کے بارے سوال کیا جو اپنی لونڈی کی شرمگاہ دوسرے کے لیے حلال کر دے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اس کے لیے حلال ہے (الفروع صفحہ ۱۳۶ جلد ۲)

محمد بن مضارب راوی کہتا ہے کہ مجھ سے امام ابو عبداللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ

یامحمد! خذہذہ الجاریۃ	اے محمد! یہ لونڈی لے جا تیری خدمت
تخدمك وتصیب منھا	کرے گی اور تم اس سے جماع بھی کرنا پھر
فاردها الینا	یہ لونڈی ہمیں واپس کر دینا۔

(الاستبصار صفحہ ۱۳۸ جلد ۳)

اندازہ کیجیے کہ شیعہ اور امامیہ کے مذہب میں جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے کس قدر وسعت اور فراوانی ہے کہ آزاد عورت ہو یا لونڈی ہو منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ اس کی شرمگاہ کسی دوسرے کو لطف اندوز ہونے کے لیے عاریۃً دینے میں قطعاً کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔ شاید شیعہ امامیہ کا ورد ہی یہ ہو۔

شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا ‏ بغل میں صنم تھا خدا مہرباں تھا

مختصرات ناظرین کرام نے شیعہ اور امامیہ کے بعض اصولی اور بنیادی عقائد و نظریات اور بعض دیگر مسائل مشہورہ اور متفرقہ تو ملاحظہ کر لیے ہیں اب ان کے بعض فقہی مسائل جو دور حاضر میں ان کے امام انقلاب خمینی

کے بے راہ رو قلم سے صادر ہوئے ہیں۔ اختصاراً ملاحظہ کر لیں ۔

۱۔ استنجاء کا پانی پاک ہے خواہ پیشاب کے بعد استنجاء کیا ہو یا پاخانہ کے بعد (تحریر الوسیلہ ص۱۶ ج۱)

۲۔ نماز میں صرف سجدے کی جگہ پاک ہونی چاہیئے ۔ باقی جگہ ناپاک ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے (ایضاً ص۱۱۹ ج۱)

۳۔ تمام فرقوں کا ذبیحہ جائز ہے بغیر نواصب (سُنیوں) کے اگرچہ وہ اسلام کا دعویٰ کریں (ایضاً ص۱۴۶ ج۲)

۴۔ ناصبی (سُنی مسلمان) اور خارجی خدا ان پر لعنت کرے بلا توقف نجس (پلید) ہیں (ایضاً ص۱۱۸ ج۱)

۵۔ ہر قسم کا کافر یا وہ لوگ جن کا حکم کافروں جیسا ہے جیسے نواصب اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اگر شکاری کتا شکار پہ چھوڑے تو وہ شکار حلال نہیں ہے (تحریر الوسیلہ ص۱۳۶ ج۲)

۶۔ کافر یا وہ جو کافر کے حکم میں ہے جیسے نواصب (یعنی اہل السنت والجماعت) اور خوارج ان کی نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں ہے (تحریر الوسیلہ ص۷۹ ج۱)

۷۔ نفلی صدقہ بھی ناصبی (سُنّی) اور حربی کو دینا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (تحریر الوسیلہ ص۹۱ ج۱)

۸۔ اور قوی فتویٰ یہ ہے کہ ناصبیوں کو اہلِ حرب (وہ کھلے کافر جو دارالحرب میں رہتے ہیں) کے ساتھ ملایا جائے چنانچہ ناصبیوں کا مال جہاں اور جس طریقہ سے ملے لے لیا جائے اور اس میں سے خمس نکالا جائے (تحریر الوسیلہ ص۳۵۲ ج۱)

۹۔ نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ہاں مگر تقیۃً ایسا کیا جا سکتا ہے (ایضاً صفحہ ۲۸/۱)

۱۰۔ نماز پڑھتے ہوئے سلام کہنے میں کوئی حرج نہیں اور نماز کے دوران سلام کا جواب دینا واجب ہے (ایضاً صفحہ ۱۸۷/۱)

حضرت امام مہدی کے بارے شیعہ کا نظریہ

بروایت شیعہ ان کے گیارہویں امام معصوم امام حسن عسکری کی ملک میں جب زر خرید لونڈی شاہ روم کی پوتی ملیکہ (نرگس) آئیں اور ان کے حرم میں داخل ہوئیں تو ان کے بطن سے ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ میں بارہویں امام محمد بن الحسن پیدا ہوئے اور وہ اپنے والد محترم امام حسن عسکریؒ کی وفات سے دس دن پہلے چار یا پانچ سال کی عمر میں عجیب و غریب طریقہ سے لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گئے اور بقول شیعہ امامیہ کے ملک عراق میں بغداد سے تقریباً ساٹھ میل دور غار سر من رأی میں روپوش ہو گئے اور اپنے ساتھ اپنا قرآن۔ امامت کے آلات تابوت سکینہ اور عصا موسیٰؑ وغیرہ بھی لے گئے اور وہاں خوف کے مارے چھپ گئے اور قرب قیامت ان کا ظہور ہوگا شیعہ امامیہ اپنی خاص اصطلاح میں انہیں الامام۔ الحجۃ۔ القائم المنتظر اور صاحب الزمان کہتے ہیں۔ اور بقول ان کے وہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہی رہیں گے جب روئے زمین کے اطراف و اکناف میں اصحاب بدر کی گنتی کے مطابق تین سو تیرہ ۳۱۳ مخلص مسلمان اور ساتھی جمع ہو جائیں گے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کا عالم ظاہر کریگا۔ (محصلہ احتجاج طبرسی صفحہ ۲۳۰ طبع ایران) اور وہ تقریباً ۲۶۰ھ

میں غائب اور روپوش ہوئے ہیں اور اس وقت جو ۱۴۰۷ھ ہے گویا تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال تک تمام دُنیا میں تین سو تیرہ مخلص شیعہ امامیہ کبھی پیدا اور جمع نہیں ہوئے تاکہ المنتظر کا ظہور عمل میں آتا اور دُنیا ان کے وجود مسعود سے فائدہ اٹھاتی افسوس کہ اس منتظر کی آمد کی انتظار میں آنکھیں تھک گئیں دل بیتاب ہو گیا مگر وہ آنے کا نام ہی نہیں لیتے ؎

میرا رنگ روپ بگڑ گیا میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اُجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں

ظہور کے بعد بقول امامیہ حضرت امام مہدی کے کارنامے

جب حضرت امام مہدی کا ظہور ہوگا تو بقول ملا باقر مجلسی جب قائم آل محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ظاہر ہوں گے تو خدا تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کریگا۔

واول کسیکہ با او بیعت کند محمد باشد وبعد از آں علیؓ
(حق الیقین ص ۱۳۹ طبع ایران)

اور سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے بیعت کریں گے اور اس کے بعد حضرت علیؓ ان سے بیعت کریں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ تعالیٰ امام مہدی کا درجہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ سے بھی بڑا ہے۔ اور بیعت کے بعد جب وہ با اختیار ہوں گے تو امامیہ کی ایک طویل اختراعی داستان اور رام کہانی کے مطابق حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو زندہ کریں گے جب کہ ان کے عقیدت مند اور شیدائی بھی پاس جمع ہوں گے اور امام مہدی ان عقیدتمندوں سے مطالبہ کریں گے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ سے بیزار ہو جاؤ وہ بیزاری سے انکار کریں گے تو امام مہدی کالی آندھی کو حکم دیں گے

کر وہ ان لوگوں پر چلے اور ان کو موت کے گھاٹ اُتار دے ۔ اور حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کو درختوں پر لٹکا کر سولی پہ چڑھا دیں گے کیونکہ بقول امامیہ کے ان دونوں نے حضرت علیؓ کی خلافت و امامت کا حق غصب کیا ہے ۔ جس کی وجہ سے دُنیا میں ظلم و جور برپا ہوا ہے ۔

حتیٰ آنکہ در شبانہ روزے ہزار مرتبہ ایشاں را بکشند و زندہ کنند پس خدا بہر جا کہ خواہد ایشاں را ببرد و معذب گرداند

(حق الیقین باب رجعت صـ۱۴۵)

یہاں تک کہ دن رات میں دونوں کو ہزار مرتبہ مار ڈالا جائیگا اور زندہ کیا جائے گا اس کے بعد خدا جہاں چاہیگا ان دونوں کو لے جائیگا اور عذاب دیتا رہے گا ۔

(معاذ اللہ تعالیٰ)

اور حضرات شیخینؓ کے ساتھ اس کاروائی کے علاوہ امام مہدی یہ بھی کریں گے کہ

عائشہؓ را زندہ کند تا بر او حد بزند وانتقام فاطمہؓ ما از و بکشد

(حق الیقین صـ۱۳۹)

حضرت عائشہؓ کو زندہ کریں گے اور زندہ کر کے ان پہ حد لگائیں گے اور ہماری فاطمہؓ کا انتقام ان سے لیں گے ۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

نہ معلوم ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کا وہ کونسا نقصان کیا جس کی پاداش میں امام مہدی ان کو زندہ کر کے ان پہ شرعی حد نافذ کریں گے امامیہ نے اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے یہ کیسا گندہ شوشہ چھوڑا ہے اور اس کاروائی کے علاوہ امام مہدی یہ فریضہ بھی ادا کریں گے کہ

پیش از کفار ابتدا بہ سنیاں خواہد کرد

کافروں سے پہلے وہ سنیوں اور ان

وبا علماء ایشاں وایشاں راخواہد کشت — کے علماء سے کاروائی شروع کریں گے

(حق الیقین ص۵۲۷) — اور ان سب کو قتل کردیں گے (سبحان اللہ)

کیا شیعہ کے امام خمینی اسی اکسیر اعظم پہ تو عامل نہیں کہ اسلامی انقلاب کے خوشنما نعرہ کی آڑ میں تقریباً پینتالیس ۴۵ مسلمان ملکوں کے سربراہوں کی اسلامی سربراہی کانفرنس کے مبنی بر انصاف فیصلوں کو مسترد کرتے ہوئے عراق کی مظلوم اور سنی پبلک کا تہ دل سے صفایا کر رہے ہیں اور کسی کی نصیحت پہ کان نہیں دھرتے

شیعہ و امامیہ کے نزدیک حضرت امام مہدی کا درجہ

اہل السنت والجماعت کا یہ صاف ستھرا اور صحیح عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے سب سے اونچا درجہ اور عہدہ نبوت اور رسالت کا ہے غیر نبی اور غیر رسول خواہ کتنے ہی بلند درجہ پہ فائز ہو نبی اور رسول کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ وہ اس سے بڑھ جائے مگر شیعہ اور امامیہ کا عقیدہ اور نظریہ اس سے بدلا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور ان کے علاوہ بقیہ حضرات ائمہ کرامؒ کا درجہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر ہے چنانچہ شیعہ و امامیہ کے قدوۃ المحدثین ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

امام ابو عبداللہؒ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ

کان علی علیہ السلام افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام انسانوں سے افضل واولیٰ تھے۔

(فروع کافی ج۸ ص۸۶ طبع تہران)

اور علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

علیؓ بن ابی طالب از جمیع پیغمبران بغیر از پیغمبر آخر الزمان افضل است اھ

(حیات القلوب ص ۶۳۱/ ج ۲)

حضرت علیؓ بن ابی طالب بجز پیغمبر آخر الزمانؐ کے باقی تمام پیغمبروں اور صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام)

بلکہ یہ تصریح کی ہے کہ

اکثر علمائے شیعہ را اعتقاد آنست کہ حضرت امیر و سائر ائمہ افضل اند از سائر پیغمبراں و احادیث مستفیضہ بلکہ متواترہ از ائمہ خود دریں باب روایت کردہ اند

(حیات القلوب ص ۶۳۲/ ج ۲)

اکثر علماء شیعہ کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت امیر علیؓ اور باقی سب ائمہ کرامؒ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں اور مشہور بلکہ متواتر احادیث خود حضرات ائمہ کرامؒ سے اس باب میں مروی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اکثر شیعہ وامامیہ کے نزدیک حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ کرامؒ کا درجہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اور یہی ان کا اعتقاد ہے۔ شیعہ وامامیہ کے دورِ حاضر میں امام و بادشاہ امام خمینی مرحوم یوں لکھتے ہیں۔

ومن ضروریات مذهبنا ان لائمتنا مقاما لا يبلغه ملك مقرب ولا نبي مرسل

(الولاية التكوينية ص ۵۲)

اور ہمارے مذہب کے ضروری عقائد میں سے ہے کہ ہمارے ائمہ کا وہ درجہ ہے کہ جہاں تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہیں پہنچ سکتا۔

اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ شیعہ و امامیہ کے بنیادی عقائد میں سے یہ بات ہے کہ ان کے بارہ بلکہ بعض کے ہاں چودہ[۱۴] ائمہ کرامؒ کا درجہ حضرت جبرئیل حضرت میکائیل حضرت اسرافیل حضرت عزرائیل اور تمام حضرت انبیاء کرام اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جن میں سر فہرست حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں بڑھکر ہے کہ اس مقام و درجہ تک کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی بھی نبی مرسل نہیں پہنچ سکتا معاذ اللہ تعالیٰ اس سے بڑھکر غلو تعصب اور کفر اور کیا ہوسکتا ہے؟ حضرت مولانا حالی مرحوم نے کیا ہی سچ فرمایا ہے ؎

اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

اور اس افضلیت کا مدار کام اور اس کی نوعیت سے ہے یعنی جو کام حضرت امام مہدی اور دیگر ائمہ کرامؒ سے ہوا یا ہوگا وہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نہیں کر سکے (العیاذ باللہ تعالیٰ) چنانچہ ان کے امام خمینی نے کہا کہ تمام انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) دُنیا میں معاشرتی عدل و انصاف لے کر آئے تھے مگر وہ کامیاب نہ ہوئے یہ وہ فریضہ ہے جس میں پیغمبر اسلام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے تھے امام زمان (مہدی علیہ السلام) معاشرتی انصاف کے لیے اس پیغام کے حامل ہوں گے جو تمام دُنیا کو بدل دیگا (ترجمہ تہران ٹائمز مورخہ ۲۹ جون ۱۹۸۰ء) اور اُن کا ایک چیلہ یوں گویا ہے جو نبی بھی آئے وہ انصاف کے نفاذ کے لیے آئے ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمام دُنیا میں انصاف کا نفاذ کریں لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے یہاں تک کہ ختم المرسلین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو انسان کی اصلاح کے لیے

آئے تھے اور انصاف کا نفاذ کرنے کے لیے آئے تھے انسان کی تربیت کے لیے آئے تھے لیکن وہ بھی کامیاب نہیں ہوئے (ملفوظ (اتحاد و یکجہتی امام خمینی کی نظر میں) ص۱۵ مطبوعہ خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران ملتان)

اگر معاذ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نفاذِ انصاف کے نیک مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے تو دنیا میں اور کون نبی اور رسول کامیاب ہوا ہے یا ہوا ہوگا؟ شیعہ و امامیہ کا یہ انتہائی گستاخانہ اور خالص کافرانہ نظریہ ہے اور بایں ہمہ وہ پیغمبروں سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ گویا بقول شاعر وہ اس پر عمل پیرا ہیں کہ ؎

بہتر یہ ہے کہ لفظ و معانی میں ہو تضاد — تم جہل کہ سب ہو ہم عرفان کہیں گے

حضرت امام مہدی کے بارے اہل السنت والجماعت کا نظریہ

اہل حق کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قیامت سے پہلے امام مہدی ضرور آئیں گے اُن کی اس وقت پیدائش آمد اور ظہور کے بارے میں اہل السنت والجماعت کا کوئی اختلاف نہیں ہے حضرت امام مہدی کی پیدائش اور آمد سے پہلے دنیا میں جو ظلم و جور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اقتدار میں آنے کے بعد زیر اثر علاقہ میں، وہ عدل و انصاف قائم کریں گے اور ناانصافی کو نیست و نابود کر دیں گے اور اسی دور میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہونگے جہاد اور دجال کے قتل کرنے میں حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا پورا پورا تعاون کریں گے۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ کی روایت میں ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المھدی مِنّی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما مُلئت ظلماً وجوراً ویملک سبع سنین (ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲ مستدرک حاکم ص ۵۵۷ ج ۴ قال الحاکم والذہبیؒ صحیح علی شرطھما والجامع الصغیر ص ۱۸۷ ج ۲ وقال صحیح)

وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری نسل سے ہوگا بلند پیشانی اور اونچی ناک والا ہوگا زمین کو انصاف وعدل سے بھر دیگا جیسا کہ وہ پہلے ظلم وجور سے بھرپور ہوگی اور سات سال تک وہ حکمرانی کرے گا۔

حضرت امام مہدی کا نام محمد اور والد ماجد کا نام عبداللہ ہوگا (ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲) اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں گے (ایضاً والجامع الصغیر ص ۱۸۷ ج ۲) اور حضرت فاطمہؓ کے بڑے فرزند حضرت حسنؓ کی نسل سے ہوں گے (الحاوی للفتاوی ص ۸۵ ج ۲)

یہ یاد رہے کہ حضرت علیؓ کی حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد اور بیبیاں بھی تھیں اور کل نرینہ اولاد حضرت علیؓ کی اکیس ۲۱ تھی اور اٹھارہ ۱۸ لڑکیاں تھیں ان کی تعداد میں تاریخی طور پر کچھ اختلاف بھی ہے (الحاوی للفتاوی ص ۳۱ ج ۲)

علامہ عزیزیؒ فرماتے ہیں کہ

قال الحافظ عماد الدین بن کثیر

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ احادیث

الاحادیث دالۃ علی ان المہدی یکون من اہل البیت من ذریۃ فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا من ولد الحسن لا الحسین اھ (السراج المنیر ص ۴۰۹ ج ۲)

اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام مہدی اہل بیت سے ہوں گے حضرت فاطمہؓ کے بیٹے حضرت حسنؓ کی اولاد سے ہوں گے نہ کہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد سے

حضرت امام مہدی مدینہ طیبہ کے باشندے ہوں گے من اہل المدینۃ (ابوداؤد ص ۲۳۳ ج ۲) اور ان کے اقتدار کا مرکز عرب کا ملک ہو گا حدیث میں تصریح ہے یملک العرب رجل من اہل بیتی الحدیث (ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲) اور ان کی بیعت ابتداءً حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کی جائے گی (ابوداؤد [illegible]) اور وہ اپنے دورِ اقتدار میں حکومت وخلافت کے زور سے (نہ کہ صرف وعظ ونصیحت سے) زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے اور ظلم وجبر کو مٹا دیں گے (ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲) ظلم کا مطلب ہے حقوق اللہ کی خلاف ورزی اور جور کا معنٰی ہے حقوق العباد کو پامال کرنا اور ان کی آمد پیدائش اور ظہور سے پہلے زمین ان گناہوں سے اٹی اور بھری پڑی ہو گی۔ یہ بھی یاد رہے کہ بعض نادان جنونی اور ہوسِ اقتدار اور شہرت کے دلدادہ خلیفۃ اللہ کا مصداق کسی اور کو اور المہدی کا مصداق کسی اور کو بنانے کا اُدھار کھائے بیٹھے ہیں اور اپنے ناخواندہ حواریوں سے اپنے خلیفۃ اللہ ہونے کا پرچار کراتے ہیں اور وہ مراقی اور مالیخولیا کے شکار سچ مچ ان کو خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں جو قطعاً باطل ہے حدیث میں خلیفۃ اللہ المہدی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۷۱ ج ۲) ایک ہی شخص کو کہا گیا ہے خلیفۃ اللہ موصوف ہے اور المہدی

ترکیب کے لحاظ سے اس کی صفت سے غرضیکہ کسی بھی پاکستانی اور غیر عربی پر جو فاطمی نسل کا نہ ہو اور حکومت واقتدار بھی نہ پائے حاصل نہ ہو اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت بھی نہ کی گئی ہو خلیفۃ اللہ المہدی کا اطلاق شرعاً درست نہیں ہے ویسے دُنیا میں سینکڑوں جعلی اور فراڈی مہدی ہوئے ہیں تفصیل کے لیے کتاب ائمۂ تلبیس ملاحظہ ہو۔ وہی محفوظ رہا جو فراڈیوں کے دام سے بچا ہے

شیخ صاحب بے رسم و راہ نہ کی ۔۔۔ شکر ہے زندگی تباہ نہ کی

حضرت امام مہدی کی آمد کی احادیث متواتر ہیں

آمد علامات اور نشانیوں کے ساتھ جن کا حوالہ ذکر ہو چکا ہے

حضرت امام مہدی کی آمد ضروری ہے اور ان کی آمد کو تسلیم کرنا واجب ہے۔ چنانچہ امام سفارینیؒ (علامہ محمدؒ بن احمدؒ بن سالمؒ بن سلیمان المتوفی ۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں کہ

فالایمان بخروج المھدی واجب کما ھو مقرر عند اھل العلم ومدوّن فی عقائد اھل السنۃ (عقیدۃ السفارینی ص۸/۲)

امام مہدی کی آمد پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ اہلِ علم کے ہاں یہ بات ثابت ہے اور عقائد اہلسنت میں یہ مدوّن ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت امام مہدی کی آمد کا مسئلہ اہل السنت والجماعت کے عقائد کے رُو سے اہم ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ امام سیوطیؒ (عبدالرحمٰنؒ بن ابی بکر المتوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ

قد تواترت الاخبار واستفاضت

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر

بکثرۃ رواتھا عن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمجیٔ المھدی وانہٗ من اھل بیتہ وانہ یملک سبع سنین وانہ یملأ الارض عدلاً وانہ یخرج مع عیسیٰ علیہ السلام فیساعدہ علیٰ قتل الدجال بباب لُدّ بارض فلسطین وانہ یؤم ھٰذہ الامۃ وعیسیٰ علیہ السلام یصلی خلفہ (الحاوی للفتاوی ج۲ ص۸۵، ۸۶)

اور شہرت کے ساتھ احادیث مروی ہیں جن کے راوی بکثرت ہیں کہ امام مہدی آئیں گے اور وہ اہل بیت میں سے ہوں گے اور وہ سات سال حکومت کریں گے اور زمین کو عدل سے پُر کر دیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ان کی آمد ہوگی اور بابِ لُدّ کے مقام جو فلسطین کی زمین میں ہے قتل دجال کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کریں گے اور وہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے

امام سیوطیؒ نے الحاوی للفتاوی میں العرف الوردی فی اخبار المہدی کے عنوان سے کئی صفحات پر مشتمل ایک مفصل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور دیگر بعض علماء کرام نے بھی اس مضمون پر الگ تالیفات کی ہیں۔

علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) رقمطراز ہیں کہ

تواترت الاحادیث فی خروج المھدی وافردھا بعض العلماء بالتالیف اھ (نبراس ص۵۲۵)

حضرت امام مہدی کی آمد کی احادیث متواتر ہیں اور بعض علماء نے اس پہ مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔

ان حوالوں سے حضرت امام مہدی کی آمد کی احادیث کا متواتر ہونا اور ان کی آمد پر یقین رکھنے کا وجوب ثابت ہوا، اور یہ کہ اہل السنت والجماعت کے عقائد میں سے یہ بات ہے۔ یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ ابتداءً بعض نمازیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام مہدی کی اقتداء میں پڑھیں گے اما مکم منکم اور تکرمۃ لھذہ الامۃ کے رو سے کیونکہ وہ من جانب اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے پابند اور مکلف ہوں گے۔ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ

واخرج الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی البعث بسند جید عن عبد اللہؓ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبث الدجال فیکم ما شاء اللہ تعالیٰ ثم ینزل عیسیٰ بن مریم علیھما السلام مصدقا بمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی ملتہ اماما مھدیا وحکما عدلا فیقتل الدجال (الحاوی للفتاوی ص ۱۵۶ ج ۲)

امام طبرانیؒ نے معجم الکبیر میں اور امام بیہقیؒ نے البعث میں کھری سند کے ساتھ حضرت عبد اللہؓ بن مغفل سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے دجال تم میں ٹھہریگا پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیھما السلام نازل ہوں گے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کریں گے اور وہ آپؐ کی ملت پر ہوں گے وہ امام ہدایت یافتہ اور حاکم عادل ہونگے اور دجال کو قتل کریں گے۔

ابتدا میں حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت امام مہدی کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے اس کے بعد جہاں وہ ہوں گے خود امامت کرائیں گے کیونکہ ان کا درجہ یقیناً حضرت مہدی سے زیادہ ہے اہل حق کا طائفہ منصورہ بھی بفضلہ تعالےٰ تا ظہور امام مہدی و نزول حضرت عیسٰی علیہ السلام ضرور باقی رہے گا مگر دنیا میں اکثریت ان لوگوں کی ہوگی جو حقوق اللہ تعالیٰ اور حقوق العباد کو پامال کرنے والے ہونگے اور اُس وقت ساری زمین ظلم و جور اور اثم و عدوان سے اٹی اور بھری ہوگی اس وقت مظلوموں کی امداد کے لیے اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدی کو پیدا کرے گا اور وہ حکومت و خلافت کے ذریعہ ظلم و جور کو مٹا کر عدل و انصاف سے سات سال تک حکمرانی کریں گے اور اُن کی زندگی ہی میں حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے (کتاب الاسماء والصفات للبیہقیؒ ص۳۰۱ وکنز العمال ص۲۶۸ ج۷ مجمع الزوائد ص۳۴۹ ج۷ میں ینزل من السماء کے الفاظ موجود ہیں وقال الہیثمیؒ رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح غیر علیؒ بن المنذر وہو ثقۃ) اور حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان سے یہ نزول فجر کے وقت ہوگا۔ (عند صلوٰۃ الفجر مجمع الزوائد ص۳۴۲ ج۷) اور دمشق میں (جامع اموی کے) سفید مشرقی مینار پر نزول ہوگا (مسلم ص۴۰۱ ج۲ و مجمع الزوائد ص۲۰۵ ج۸) اور دجال لعین کے قتل کے بعد جس علاقہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اقتدار ہوگا وہاں بغیر اسلام کے اور کوئی مذہب باقی نہ رہے گا سب مذاہب ختم ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں مٹا دیگا۔ (ابوداؤد ص۲۳۸ ج۲ والطیالسی ص۳۳۵) اور نازل ہونے کے بعد حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام دلجمعی اور اطمینان سے چالیس ۴۰ سال تک حکومت کریں گے۔ پھر اُن

کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے (ابوداؤد ص۲۳۸ ج۲ والطیالسی ص۲۳۱ ومستدرک ص۵۹۵ ج۲ ومجمع الزوائد ص۲۰۵ ج۸) اور روضۂ اقدس کے اندر انہیں دفن کیا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فیدفن معی فی قبری الحدیث (مشکوٰۃ ص۴۸۰ ج۲ وفاء الوفاء ص۲۹۷ ج۱ ومواہب اللدنیۃ ص۳۸۲ ج۲ وزرقانی شرح مواہب ص۳۲۸ ج۸

کہ ان کو میری قبر (یعنی میرے مقبرہ مبارک) کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔

مظالم شیعہ

کس باشعور مسلمان پر تاریخ کا یہ مشہور متواتر اور دلگداز واقعہ مخفی ہوگا جس کو پڑھ کر بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں دل لرزتا ہے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں کہ خلیفہ ابواحمد عبداللہ مستعصم باللہ (المتوفی ۶۵۶ھ) کا وزیر مؤید الدین ابن علقمی شیعہ اور خواجہ نصیر الدین طوسی شیعہ کی نمک حرامی اور مذہبی تعصب کی وجہ سے عروس البلاد بغداد پر تاتاریوں کا حملہ ہوا اور چالیس دن تک مسلمانوں پر وہ مظالم ڈھائے گئے کہ خدا کی پناہ اور سولہ لاکھ (۱۶) مظلوم اس عظیم فتنہ میں قتل اور شہید ہوئے (دیکھئے ابن خلدون ص۵۳۷ ج۳)

علامہ تاج الدین ابو نصر عبدالوہاب سبکیؒ (المتوفی ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ

مؤید الدین محمد بن محمد بن علی العلقمی وکان فاضلاً ادیباً وکان شیعیا رافضیا فی قلبہ غل للاسلام واہلہ الخ

مؤید الدین محمد بن محمد بن علی العلقمی فاضل اور ادیب تھا اور رافضی شیعہ تھا اس کے دل میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سخت کینہ تھا۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۵ ص۱۱۰ طبع مصر)

اور نیز لکھتے ہیں کہ ہلاکو خاں بن تولی بن چنگیز خاں تاتاری نے ایسے مظالم کیے کہ اہل تاریخ نے کبھی ایسا واقعہ نہ سنا ہو گا جس نے آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان بنا دیا (ص ۱۰۹ ج ۵) اور جلد اول میں اس بھیانک واقعہ کی تفصیل نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ولعل الخلق لا یرون مثل هذه الحادثة الی ان ینقرض العالم وتفنی الدنیا الا یاجوج وماجوج الی قوله قتلوا النساء والرجال والاطفال وشقوا بطون الحوامل وقتلوا الاجنة اھ (جلد اول ص ۱۲۷)

شاید کہ تمام مخلوق یاجوج و ماجوج کے بغیر جہاں کے ختم ہونے اور دنیا کے فنا ہونے تک ایسا حادثہ نہ دیکھے (پھر کہا کہ) ان تاتاری ظالموں نے عورتوں مردوں اور بچوں کو قتل کیا اور حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے اندر سے بچے نکال کر قتل کیے۔

اور نصیر الدین طوسی (المتوفی ۶۷۰ھ) کے متعلق لکھتے ہیں کہ

فقام الشیطان المبین المحکم نصیر الدین الطوسی وقال یقتل ولا یراق دمه وکان النصیر من اشد الناس علی المسلمین اھ (طبقات ص ۱۱۵ ج ۵)

شیطان مجسم نصیر الدین طوسی نے فیصلہ کیا کہ (خلیفہ مستعصم باللہ کو جو حضرت ابن عباسؓ کی اولاد میں سے تھے) قتل کیا جائے اور خون زمین پر نہ بہایا جائے اور نصیر الدین طوسی مسلمانوں کا تمام لوگوں سے بڑھ کر سخت دشمن تھا۔

ہلاکو خاں خلیفۃ المسلمین اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے سے

بڑا خائف اور ہراساں تھا مگر طوسی ملعون نے یہ کہہ کر ہلاکو خاں کی ہمت بڑھائی کہ

عادت اللہ دریں عالم چنیں قرار
گرفتہ کہ امور بر مجاری طبیعت عالم
باشد مستعصم باللہ در شرف نہ بہ یحییٰ
بن زکریا میرسد نہ بہ حسین بن علی وایں
دو را اعادی بہ تیغ سر بریدند و جہاں
ہم چناں برقرار است (بحوالہ تاریخ
اسلام نصف ثانی ص۱۹۶ مصنفہ
شاہ معین الدین احمد ندوی)

اس جہان میں اللہ تعالیٰ کی عادت یوں جاری ہے کہ جہان کی طبیعت کے مطابق امور جاری ہوتے ہیں خلیفہ مستعصم باللہ تو شرافت میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پہنچتا ہے اور نہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے رتبہ کو دشمنوں نے ان دونوں کے سر قلم کر دیئے مگر جہاں اسی طرح قائم ہے (تو بھی ہمت کر اور آگے بڑھ)

الغرض اس طوسی خبیث اور ملعون شیعہ کی سازش سے اسلام اور مسلمانوں پر قیامت بپا ہوئی مگر خمینی لکھتا ہے کہ

نصیر الدین طوسی کا تاتاریوں سے اشتراک اور ان کی خدمت اگرچہ بظاہر استعمار کی خدمت نظر آتی ہے مگر درحقیقت وہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد تھی (الحکومۃ الاسلامیۃ ص۴۶) لاحول ولا قوۃ الا باللہ کس بے حیائی سے خمینی طوسی ملعون کی اس ناپاک کاروائی کو خدمت اسلام سے تعبیر کرتا ہے۔

صیاد نے لگائے ہیں پھندے کہاں کہاں
سارے پتے عیاں ہیں اسی سبز باغ میں

ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی کی تاتاریوں سے ساز باز محض اسلام اور

مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے تھی اور ایسا ہی ناپاک جذبہ اسلامی انقلاب کے خوش نما نعرہ کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کا خمینی کے ماؤف دِل میں بھی موجزن ہے۔ نصیر الدین طوسی کے غالی اور متعصب شاگرد ابن مطہر حِلّی نے تاتاریوں کے اقتدار کے زور سے مسلمانوں کو بجبر رافضی اور شیعہ بنانے کے لیے مہم تیز کرنے کی خاطر کتاب منہاج الکرامۃ لکھی جس کا رد حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں کیا اور حلّی کی دسیسہ کاریوں کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دیں کہ ساری دُنیا کے رافضی مجتہد جمع ہو کر بھی اس کا معقول جواب نہ دے سکے اور نہ تا قیامت دے سکتے ہیں منہاج السنۃ کے بارے میں بعض محققین کا یہ مقولہ ہے کہ

لم یصنف فی بابہ مثلہٗ لا قبلہٗ ولا بعدہٗ۔ رافضیوں کی تردید کے سلسلہ میں ایسی کتاب نہ تو پہلے لکھی گئی ہے اور نہ بعد

(التعلیقات السنیۃ ص۳۴)

الحاصل عبد اللہ بن سبا یہودی (جو رفض کا بانی ہے) کی نسل نے پہلے ہی دن سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کچھ کیا ابن علقمی۔ طوسی اور خمینی نے اسی کی تکمیل کی اور کر رہے ہیں

مذکورہ نظریات کے شیعہ قطعاً کافر ہیں

کسی بھی متدین مسلمان سے جسے علمِ دین کے ساتھ کوئی بھی مَس ہو یہ بات مخفی نہیں کہ نصوص قطعیہ احادیث متواترہ اجماع امت اور ضروریات دین کا انکار یا تاویل کفر ہے اور شیعہ وامامیہ ان تمام امور کے مرتکب ہیں یہی وجہ ہے کہ

جن حضرات پر شیعہ اور روافض کے عقائد و نظریات منکشف ہوئے انہوں نے ان کی تکفیر میں کوئی تامل نہیں کیا حضرت مجدد الف ثانیؒ خاصی بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ شیعہ کو کافر کہنا احادیث صحاح کے مطابق اور طریق سلف کے موافق ہے اھ (رد رفض ص۳۹) اور مکتوبات میں ارقام فرماتے ہیں کہ تمام بدعتی فرقوں میں بدترین فرقہ وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کو کفار فرمایا ہے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۵۴)

حافظ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ

واما من جاوز ذلك الى ان زعم انهم ارتدوا بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الا نفرا قليلا لا يبلغون بضعة عشر نفسا او انهم فسقوا عامتهم فهذا لا ريب ايضا في كفره لانه مكذب لما نصه القرآن في غير موضع من الرضى عنهم والثناء عليهم بل من يشك في كفر مثل هذا فان كفره متعين اھ (الصارم المسلول ص۵۹۱ و ص۵۹۲)

بہرحال وہ شخص جس نے اس سے تجاوز کیا اور یہ خیال کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے مگر تھوڑے تعداد میں جو دس سے کچھ زیادہ تھی یا یہ کہ ان میں اکثر فاسق ہو گئے تھے تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں کیونکہ وہ قرآن کریم کی بے شمار نصوص کا مکذب ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر رضا اور تعریف کا تذکرہ آتا ہے، بلکہ جو شخص ایسے شخص کے کفر میں شک کرے تو اس کا کفر بھی متعین ہے

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) لِیَغِیظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

ومن هذه الآية انتزع الامام مالك رحمة الله عليه في رواية عنه بتكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم قال لانهم يغيظونهم ومن غاظ الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم فهو كافر لهذه الآية ووافقه طائفة من العلماء رضی الله تعالیٰ عنهم علیٰ ذٰلك اھ

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۴ ج ۴)

اور اس آیت کریمہ سے حضرت امام مالکؒ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے جیسا کہ ان سے ایک روایت ہے کہ روافض جو حضرات صحابہ کرامؓ سے بغض کرتے ہیں کافر ہیں کیونکہ وہ حضرات صحابہ کرامؓ سے جلتے ہیں اور جو شخص بھی حضرات صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتا اور ان سے جلتا ہے تو وہ اس آیت کریمہ کے مطابق کافر ہے اور حضرت امام مالکؒ کی علماء کرام کے ایک طبقہ نے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اس پر ان کی موافقت کی۔

اور علامہ السید محمود آلوسیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) نقل کرتے ہیں کہ

ذكر عند مالكؒ رجل ينتقص الصحابةؓ فقرأ مالكؒ هذه الآية فقال من اصبح من الناس وفي قلبه غيظ من اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم

حضرت امام مالکؒ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو حضرات صحابہ کرامؓ کی تنقیص کرتا تھا حضرت امام مالکؒ نے یہ آیت (لِیَغِیظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ) پڑھی اور فرمایا کہ جس شخص کے دل میں آنحضرت

فقد اصابتہ ھٰذہ الاٰیۃ ویعلم تکفیر الرافضۃ بخصوصھم اھ (روح المعانی صـ ۱۲۸/ ۲۶)	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف بغض ہے وہ اس آیت کی زد میں ہے اور اس سے خصوصیت سے رافضیوں کی تکفیر معلوم ہوتی ہے۔

امام اہل السنت حضرت امام مالکؒ نے جو فرمایا بالکل بجا فرمایا۔

علامہ ابو محمد علیؒ بن احمدؒ ابن حزمؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں کہ

ھی طائفۃ تجری مجری الیھود والنصارٰی فی الکذب والکفر فان الروافض لیسوا من المسلمین (الفصل فی الملل والنحل صـ ۷۸/ ۲)	یہ فرقہ جھوٹ بولنے اور کفر میں یہود و نصارٰی کی مانند ہے۔ اور رافضی مسلمان نہیں ہیں۔

قاضی ابو الفضل عیاضؒ بن موسیٰ المالکیؒ (المتوفی ۵۴۴ھ) مال فے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

قال مالکؒ من انتقص احدًا من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیس لہٗ فی ھذا الفیئ حق (شفا صـ ۲۶۸/ ۲ طبع مصر)	حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے وہ مال فے اور غنیمت کا مستحق نہیں ہے (اس لیے کہ وہ کافر ہے)

حضرت ملا علی ن القاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ

ولو انکر خلافة الشیخین یکفر اقول وجهه انہا ثبتت بالاجماع من غیر النزاع (شرح فقہ اکبر ص۱۹۸)	اگر کوئی شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خلافت بالاجماع بغیر نزاع کے ثابت ہے

اور چونکہ اجماع بھی قطعی دلائل میں سے ہے اس لیے اجماع کا منکر بھی کافر ہے

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ

الرافضة الخارجة فی زماننا فانہم یعتقدون کفر اکثر الصحابةؓ فضلاً عن سائر اہل السنة والجماعة فہم کفرة بالاجماع من غیر نزاع (مرقات ص۱۳۷ ج۹)	ہمارے دور کے رافضی تمام اہلسنت والجماعت کی تکفیر کا اعتقاد تو اپنی جگہ اکثر حضرات صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرتے ہیں لہذا بغیر کسی نزاع کے بالاجماع رافضی کافر ہیں

اور ایسا ہی مولانا نواب قطب الدین خان صاحبؒ (المتوفی ۱۲۷۹ھ) نے مظاہر حق ص۸۴ ج۴ میں فرمایا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری (جس کو سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دور حکومت میں پانچسو جید محقق اور معتبر علماء کرام نے بڑی محنت کاوش اور علمی دیانت سے مرتب کیا تھا) اس میں تصریح موجود ہے۔

یجب اکفار الروافض..... وہؤلاء القوم خارجون	شیعہ اور روافض کو ان کے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر قرار دینا واجب ہے

عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين (عالمگیری ص ۲۶۸/ج۲ طبع ہند) (پھر آگے ہے) یہ سب لوگ ملت اسلام سے بالکل خارج ہیں اور ان کے بارے میں وہی احکام ہیں جو مرتدوں کے لیے ہیں۔

یعنی جس طرح مُرتد کا کسی سے نکاح جائز نہیں کسی سے اُسے وراثت نہیں ملتی اس کا ذبیحہ مُردار اور حرام ہے اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں اور اسی طرح وہ تمام احکام جو شرعاً مرتدوں پر نافذ ہیں وہ بلاکم وکاست رافضیوں اور شیعوں پر بھی جاری اور ساری ہیں الغرض شیعہ کا کفر اتنا اور ایسا واضح ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے عقائد پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں تأمل کرے وہ بھی کافر ہے چنانچہ تصریح موجود ہے۔

ومن توقف فی کفرھم فھو کافر مثلھم (عقود العلامة الشامیؒ ص ۹۲/ج۱ و عالمگیری ص ۲۶۸/ج۲) کہ جو شخص شیعہ کے کفر میں تأمل کرے وہ بھی ان ہی جیسا کافر ہے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ علماء دیوبند اور ان کے پیشوا حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (المتوفی ۱۳۲۳ھ) رافضیوں کو کافر نہیں کہتے مگر یہ وہم سراسر غلط ہے حضرت گنگوہیؒ علماء کرام کے اُس گروہ میں شامل ہیں جو روافض کو کافر قرار دیتے ہیں چنانچہ ایک استفتاء اور اس کا جواب یہ ہے۔

سوال :- جو عورت سُنیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہور رفض کے بخوشی خاطر

ره چکی ہو پھر رفض یا دوسری شے کو حیلہ قرار دیکر بلا طلاق علیحدہ ہو جاوے اور سُنی سے نکاح کر لیوے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے؟ اور اولاد سُنی کی اگر رافضی ہو جاوے تو پدر سُنی کے ترکہ سے محروم الارث ہو گی یا نہیں؟

الجواب:- جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اول ہی سے بطلانِ نکاح کا دیتا ہے اس میں اختیارِ زوجہ کا کیا اعتبار ہے؟ پس جب چاہے علیحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے اور جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم علیٰ ہذا رافضی اولادِ سُنی کو ترکہ سُنی سے نہ ملیگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ؛ (فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صہ ۳۲ طبع جید برقی پریس دہلی) اس فتویٰ میں حضرت گنگوہی نے اپنا مذہب یہ بتایا ہے کہ وہ روافض کو کافر قرار دیتے ہیں اور کسی سُنی عورت کا نکاح ابتدا ہی سے رافضی سے ناجائز کہتے ہیں اور سُنی باپ کی رافضی اولاد کو باپ کے ترکہ سے بالکل محروم گردانتے ہیں حضرت گنگوہیؒ کا یہ فتویٰ بالکل واضح ہے اس میں کوئی ابہام نہیں۔

فائدہ:- فتاویٰ رشیدیہ صہ ۱۱ ج ۲ طبع دہلی میں کتابت کی غلطی سے حرف نہ زائد ہونے کی وجہ سے حضرت گنگوہیؒ کو اہل بدعت کی طرف سے موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے کہ وہ رافضیوں کو بھی اہل السنت والجماعت بتاتے ہیں اور افسوس ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ مبوب صہ ۱۳۱ طبع کراچی میں بھی اس غلطی کا احساس اور ازالہ نہیں کیا گیا۔ ایک طویل سوال وجواب میں ایک شق یہ بھی ہے

سوال اور صحابہؓ پر طعن و مردود و ملعون کہنے والا ....
اور میاں صاحب کا اصرار اپنے عقائد پر ان کو کس درجہ کا گنہگار بناتا ہے اور وہ
اس کبیرہ کے سبب سے سنت جماعت سے خارج ہو ویگا یا نہیں ؟

الجواب :۔ اور جو شخص صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے
ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت
سے خارج نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج۲ ص۱۱ طبع دہلی)

اس عبارت میں کتابت کی غلطی سے حرف نہ زائد لکھا گیا ہے اور پہلے
دو جملے کہ وہ ملعون ہے اور ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے۔ اس کا واضح
قرینہ ہے اور سابق صریح فتویٰ اس پر مستزاد ہے الحاصل جن اکابر علماء کرام کو
روافض کے باطل عقائد پر اطلاع ہو چکی ہے وہ اُن کی تکفیر میں قطعاً تامل نہیں
کرتے۔ امامیہ نے اگرچہ اپنے باطل نظریات اور غلط عقائد پر تقیہ کا دبیز پردہ
ڈال رکھا ہے مگر پردہ اٹھا کر دیکھنے والوں نے ان کی کتابوں کا خوب نظارہ
کیا ہے ۔

نقاب کہتی ہے میں پردہ قیامت ہوں — اگر یقیں نہ ہو تو دیکھ لو اٹھا کے مجھے

قارئین کرام ! ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ نہایت ہی اختصار کے ساتھ شیعہ و
امامیہ کے بعض اہم بنیادی عقائد اور اصولی نظریات اور کچھ فقہی مسائل باحوالہ عرض
کر دیے ہیں جن کا سمجھنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے تاکہ اپنے ایمان اعمال صالحہ اور
اخلاق حسنہ کی حفاظت کی جا سکے اس وقت اسلامی انقلاب کے نام سے
جو طوفان بدتمیزی خمینی صاحب اور ایران کی طرف سے اٹھ رہا ہے جس کو

دین سے ناواقف اور بے دین صحافی مزے لے لیکر شائع کر رہے ہیں وہ کسی طرح بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے علمی طور پر اس کی خوف تردید اور سرکوبی ہونی چاہیئے تاکہ اس دورِ زندقہ والحاد میں جس میں ہر طرف سے بے دینی کی برسات برس رہی ہے مسلمانوں کا ایمان محفوظ رہے۔ جس سمت خمینی صاحب اور ان کے چیلے امت کی کشتی لے جا رہے ہیں وہ ہلاکت اور بربادی کا راستہ ہے رُشد وہدایت کا ہرگز نہیں ہے ؎

سفینہ لے چلا ہے کس مخالف سمت کو ظالم
ذرا ملّاح کو سمجھایئے برسات کے دن ہیں

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ راست پر چلنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

وصلّی اللہ تعالیٰ وسلّم علیٰ رسولہٖ خیر خلقہٖ محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذرّیاتہٖ واتباعہٖ الیٰ یوم الدین۔

ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
۲۵ر دسمبر ۱۹۸۷ء

مشہور غیر مقلد مولانا ارشاد الحق اثری صاحب

کا

مجذوبانہ واویلا

بجواب

مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں

از قلم :- حافظ عبد القدوس قارن مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

کچھ عرصہ سے بعض حضرات بے جا گمراہ کن پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی کتابوں میں تعارض ہے، مولانا صفدر صاحب نے اصولِ حدیث کی اصطلاحات غلط بیان کی ہیں۔ مولانا صفدر صاحب کسی جگہ ایک راوی کو ضعیف کہتے ہیں اور دوسری جگہ اس سے استدلال کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان ہی حضرات کی نمائندگی کرتے ہوئے مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کا نام انہوں نے "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" رکھا ہے۔ اثری صاحب کی کتاب میں مندرجہ اعتراضات کا مدلل جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ یہ پروپیگنڈہ مخالف طبقہ کی بوکھلاہٹ اور فنِ حدیث سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

قیمت : ساٹھ روپے

ناشر :- مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

تفریح الخواطر فی ردِّ تنویر الخواطر

بفضل اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب مدظلہ نے آج سے کئی سال پہلے مسئلہ حاضر و ناظر پر ایک کتاب تبرید النواظر لکھی تھی جس میں قرآن کریم، صحیح احادیث اور حضرات فقہاء کرامؒ کے صریح فتووں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور نیز دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات اولیاء کرامؒ) کے ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کی نفی ثابت کی تھی۔ اور اس میں فریق ثانی کے تارِ عنکبوت دلائل اور بے سروپا شبہات کے مسکت جوابات بھی دیئے گئے تھے۔ جس کو بحمد اللہ تعالیٰ ہر طبقہ میں بڑی ہی قبولیت حاصل ہوئی اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کے کئی ایڈیشن نکل گئے۔ مگر اس سے فریق ثانی کو بہت بڑی کوفت ہوئی اور ہونی بھی چاہیئے تھی۔ کچھ عرصہ تو انہوں نے خاموشی اختیار کی مگر ان کی باسی کڑھی میں آخر اُبال آ ہی گیا چنانچہ ان کے نام نہاد مناظر اسلام صوفی اللہ دتہ صاحب نے اس کا رد لکھا جس کا نام تنویر الخواطر رکھا اور قریش مکہ (جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مُذَمَّم رکھا تھا معاذ اللہ تعالیٰ (بخاری ج۱ ص۵۰۱ و مشکوٰۃ ج۲ ص۵۱۵) اور خانصاحب (جنہوں نے تقویۃ الایمان کا نام تفویت الایمان رکھا۔ الکوکبۃ الشہابیہ ص۹) کی پیروی میں تبرید النواظر کا نام دل ماؤف کی بھڑاس نکالنے کے لیے تسوید النواظر رکھ کر اخلاقی پستی کا واضح ثبوت دیا مگر اس سے کیا حاصل؟ اس پیشِ نظر کتاب میں بتوفیق اللہ تعالیٰ ان کے دلائل کی کل کائنات اور ان کے شبہات کا تانا بانا حضرت مولانا صاحب نے بحوالہ بیان کر دیا ہے جو اہل علم کے پڑھنے کے قابل ہے۔

الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی

جس میں بڑی تحقیق اور جستجو سے صحیح احادیث، حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، ائمہ اربعہؒ اور محققین کتب فقہ کے جمہور فقہاء کرامؒ سے باحوالہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سادات کے لیے زکوٰۃ، عشر، نذر اور ہر طرح واجب قسم کا کوئی بھی صدقہ جائز نہیں اور جن حضرات کو حضرت امام طحاویؒ کی جس عبارت سے جواز کا شبہ ہوا ہے اس کو خوب واضح کیا گیا ہے کہ وہ ہرگز جواز کے قائل نہیں ہیں نیز دیگر کئی ضمنی اور علمی و تحقیقی ابحاث ہیں جو صرف پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں

بخاری شریف

غیر مقلدین کی نظر میں

پہلا باب

غیر مقلدین کے امام بخاریؒ سے اختلافات

دوسرا باب

غیر مقلدین کے بخاریؒ کے بارے میں نظریات

- کہ امام بخاریؒ سے غلطیاں ہوئیں اور ان کو شک ہوا
- بخاری کے راویوں سے غلطیاں ہوئیں اور ان کو شک ہوا
- بخاری کے کاتب سے غلطیاں ہوئیں
- بخاری کے نسخوں میں فرق ہے
- بخاری میں منسوخ روایات بھی ہیں
- بخاری کی بعض روایات کی ترجمۃ باب سے مناسبت نہیں

قیمت ——— ۱۸ روپے

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

- **خزائن السنن** — تقریر ترمذی
- **احسن الکلام** — مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مدلل بحث
- **تسکین الصدور** — مسئلہ حیات النبی پر مدلل بحث
- **الکلام المفید** — مسئلہ تقلید پر مدلل بحث
- **ازالۃ الریب** — مسئلہ علم غیب پر مدلل بحث
- **راہِ سُنت** — رد بدعات پر لاجواب کتاب
- **مقام ابی حنیفہ**
- **سماع موتیٰ**
- **طائفہ منصورہ** — نجات پانے والے گروہ کی علامت
- **ارشاد الشیعہ** — شیعہ نظریات کا مدلل جواب
- **آنکھوں کی ٹھنڈک** — مسئلہ حاضر وناظر پر مدلل بحث
- **عبارات اکابر** — اکابر علماء دیوبند کی عبارات پر اعتراضات کے جوابات
- **صرف ایک اسلام**
- **گلدستہ توحید** — مسئلہ توحید کی وضاحت
- **دل کا سرور** — مسئلہ مختار کل کی مدلل بحث
- **درود شریف** — پڑھنے کا شرعی طریقہ
- **احسان الباری** — بخاری شریف کی ابتدائی ابحاث
- **تبلیغ اسلام** — ضروریات دین پر مختصر بحث
- **چراغ کی روشنی** — معراج النبی کے بارہ میں قادیانی وغیرہ کے اعتراضات کے جوابات
- **مسئلہ قربانی** — قربانی کی فضیلت اور ایام قربانی پر مدلل بحث
- **عیسائیت کا پس منظر** — عیسائیوں کے عقائد کا رد
- **مقالہ ختم نبوت** — قرآن سنت کی روشنی میں
- **بانی دارالعلوم دیوبند** — مولانا محمد قاسم دیوبندی کے حالات زندگی اور ان پر اعتراضات کے جوابات
- **راہ ہدایت** — کرامات ومعجزات کے بارہ میں صحیح عقیدہ کی وضاحت
- **ینابیع** — غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول کے رسالہ تراویح کا اردو ترجمہ
- **آئینہ محمدی** — سیرت پر مختصر رسالہ
- **تفریح الخواطر** — بجواب تنویر الخواطر
- **اتمام البرہان** — رد توضیح البیان
- **حلیۃ المسلمین** — داڑھی کا مسئلہ
- **توضیح المرام** — فی نزول مسیح علیہ السلام
- **تنقید متین** — بر تفسیر نعیم الدین
- **شوق جہاد**
- **الکلام الحاوی** — سادات کے لئے زکوٰۃ وغیرہ لینے کی مدلل بحث
- **ملا علی قاری** — اور مسئلہ علم غیب وحاضر وناظر
- **المسلک المنصور**
- **الشہاب المبین** — بجواب الشہاب الثاقب
- **عمدۃ الاثاث** — تین طلاقوں کا مسئلہ
- **شوق حدیث** — حجیت حدیث پر مدلل بحث
- **انکار حدیث کے نتائج** — منکرین حدیث کا رد
- **مودودی صاحب کا غلط فتویٰ**
- **چالیس دعائیں**
- **اخفاء الذکر** — ذکر آہستہ کرنا چاہیے
- **باب جنت** — بجواب راہ جنت
- **حکم الذکر بالجہر**
- **اظہار العیب** — بجواب اثبات علم الغیب
- **اطیب الکلام** — تلخیص احسن الکلام
- **چہل مسئلہ** — حضرات بریلویہ
- **مولانا ارشاد الحق** — اثری صاحب کا مجذوبانہ واویلا
- **مرزائی کا جنازہ اور مسلمان**

عمر اکادمی کی مطبوعات

- **خزائن السنن** — جلد دوم کتاب البیوع
- **بخاری شریف** — غیر مقلدین کی نظر میں
- **حمیدیہ** — مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ
- **جنت کے نظارے** — علامہ ابن القیم کی کتاب حادی الارواح کا اردو ترجمہ
- رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں نوافل کی صورت میں مروجہ قضائے عمری بدعت ہے
- تین طلاقوں کے مسئلہ پر مقالہ کا جواب مقالہ
- علامہ کوثری کی تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ — امام ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع